ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور
اکتوبر 2015ء

عظمت وشانِ اہل بیت علیہم السلام

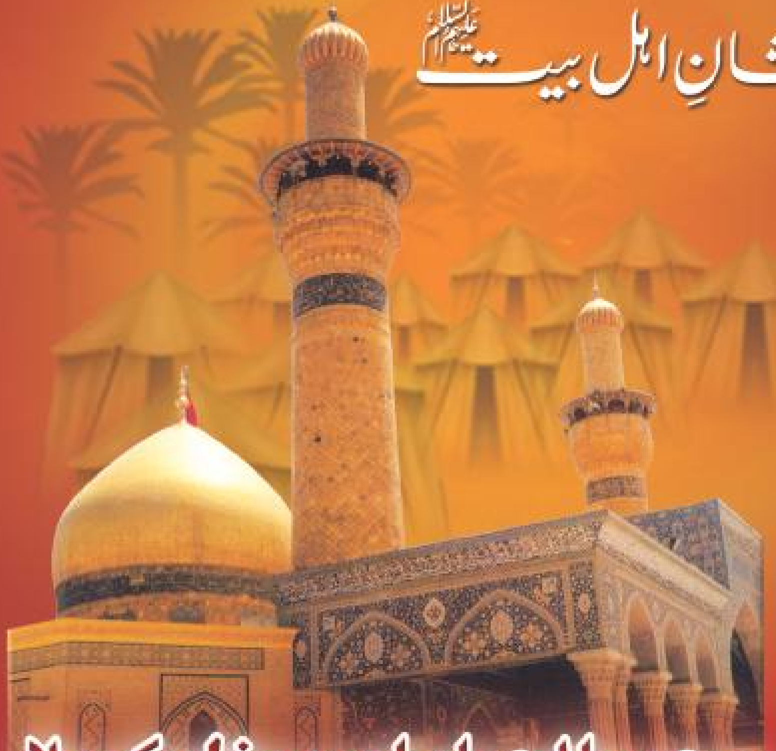

محرم الحرام اور پیغامِ کربلا

جرأت وشجاعت کی داستان۔۔۔ حضرت سیدہ زینب الکبریٰ علیہا السلام

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

منہاج القرآن ویمن لیگ (سپین) کے زیر اہتمام ماؤں کیلئے خصوصی تربیتی نشست

منہاج القرآن ویمن لیگ کی سہ روزہ میٹنگ برائے 5 سالہ منصوبہ جات

یوم دفاع کے موقع پر MSM سسٹرز کے انٹر سکولز تقریری مقابلہ جات

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 22 شمارہ: 10 ذوالحجۃ ۱۴۳۶ھ / محرم ۱۴۳۷ھ / اکتوبر 2015ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

مینجنگ ایڈیٹر
صاحبزادہ محمد حسین آزاد

اسسٹنٹ ایڈیٹرز
نازیہ عبدالستار
ملکہ صبا

ناشر
علامہ محمد معراج الاسلام

کمپیوٹر آپریٹر
محمد اشفاق انجم

ٹائیٹل ڈیزائنر
عبدالسلام

فوٹوگرافی
محمود الاسلام قاضی

کتابت
محمد اکرم قادری

مجلس مشاورت
صاحبزادہ مسکین فیض الرحمن درانی
خرم نواز گنڈاپور
ڈاکٹر رحیق احمد عباسی
شیخ زاہد فیاض
جی ایم ملک
منظور حسین قادری
سرفراز احمد خان
غلام مرتضیٰ علوی
قاضی فیض الاسلام
فرح ناز

ایڈیٹوریل بورڈ
رافعہ علی
عائشہ شبیر
سعدیہ نصراللہ
راضیہ نوید

فہرس

اداریہ۔ محرم الحرام اور پیغامِ کربلا		7
فروغِ امن و انسدادِ دہشت گردی کا اسلامی نصاب	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	9
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا شہرِ اعتکاف میں خصوصی خطاب	علامہ محمد حسین آزاد	17
عظمت و شانِ اہلِ بیتؓ	محمد احمد طاہر	23
ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمرؓ	ملکہ صبا	29
خلیفۂ سوم حضرت عثمان ذوالنورینؓ	فریال احمد	33
جرأت و شجاعت کی داستان سیدہ زینبؓ	نگہت نسیم	37
قرآن کے بارے میں بنیادی تصورات	ڈاکٹر ابوالحسن الازہری	41
زندگی ایک امتحان ہے	نازیہ عبدالستار	47
وظائفِ محمدیہ		51
گلدستہ		52
تحریک منہاج القرآن اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں		54

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

قیمت فی شمارہ -/25 روپے

سالانہ خریداری -/250 روپے

رابطہ ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-5168184

Visit us on: www.minhajsisters.com E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ. الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ہَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ. ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ کَرَّتَیۡنِ یَنۡقَلِبۡ اِلَیۡکَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیۡرٌ. (الملک: ۲.۴)

''جس نے موت اور زندگی کو (اِس لیے) پیدا فرمایا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے، اور وہ غالب ہے بڑا بخشنے والا ہے۔ جس نے سات (یا متعدّد) آسمانی کرّے باہمی مطابقت کے ساتھ (طبق دَر طبق) پیدا فرمائے، تم (خدائے) رحمان کے نظامِ تخلیق میں کوئی بے ضابطگی اور عدمِ تناسب نہیں دیکھو گے، سوتم نگاہِ (غور و فکر) پھیر کر دیکھو، کیا تم اس (تخلیق) میں کوئی شگاف یا خلل (یعنی شکستگی یا اِنقطاع) دیکھتے ہو۔ تم پھر نگاہِ (تحقیق) کو بار بار (مختلف زاویوں اور سائنسی طریقوں سے) پھیر کر دیکھو، (ہر بار) نظر تمہاری طرف تھک کر پلٹ آئے گی اور وہ (کوئی بھی نقص تلاش کرنے میں) ناکام ہوگی''۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي مَرْوَانَ أَنَّ كَعْبَ (الْأَحْبَارَ) ؓ حَلَفَ لَهُ بِاللهِ الَّذِي فَلَقَ الْبَحْرَ لِمُوسَى ؑ إِنَّا لَنَجِدُ فِي التَّوْرَاةِ أَنَّ دَاوُدَ نَبِيَّ اللهِ ؑ كَانَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ: اَللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِيْنِي الَّذِي جَعَلْتَهُ لِي عِصْمَةً وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي جَعَلْتَ فِيهَا مَعَاشِي، اَللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَأَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ نِقْمَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وَحَدَّثَنِي كَعْبٌ أَنَّ صُهَيْبًا حَدَّثَهُ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ كَانَ يَقُوْلُهُنَّ عِنْدَ انْصِرَافِهِ مِنْ صَلَاتِهِ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَالطَّبَرَانِيُّ. إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

''مروان سے روایت ہے کہ ان کی موجودگی میں حضرت کعب (احبار) ؓ نے حلف اٹھایا کہ اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ ؑ کے لیے دریا کو چیر دیا! ہم نے تورات میں دیکھا ہے کہ حضرت داؤد ؑ جب نماز سے فارغ ہوتے تو وہ (یعنی حضرت داؤد ؑ) یوں دعا کرتے۔ ''اے اللہ! وہ دین جس سے میرا بچاؤ ہے اسے درست فرمادے۔ اور میری دنیا جس میں میرا رزق ہے اس کی اصلاح فرما۔ اے اللہ! میں تیرے غضب سے تیری رضامندی کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ اور تیرے عذاب سے تیری معافی کی پناہ مانگتا ہوں۔ تو جو کچھ عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے۔ اور مال دار کا مال تیرے نزدیک کسی کام نہ آئے گا۔ حضرت مروان ؓ نے کہا کہ مجھ سے حضرت کعب ؓ نے بیان کیا اور حضرت صہیب ؓ نے ان سے بیان کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب نماز ادا فرما لیتے تو آپ ﷺ بھی یہ کلمات ارشاد فرماتے۔''

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۳۴۶)

حمد باری تعالیٰ

خالقِ نظم دو جہاں تو ہے
گو عیاں ہے مگر نہاں تو ہے

ذرے ذرے میں تیری جلوہ گری
پھر بھی کھلتا نہیں کہاں تو ہے

ذرے ذرے میں عکس ہے تیرا
رونق دشت و گلستان تو ہے

قطرے قطرے میں حسن ہے تیرا
حسن کا بحرِ بے کراں تو ہے

خالق انبیائے نوع بشر
کارواں، میر کارواں تو ہے

نکہہِ خلق سے نہاں ہوکر
ہر تجلی میں ضوفشاں تو ہے

سب پہ یکساں ہے تیرا لطف و کرم
سب ہی بندوں پہ مہرباں تو ہے

ہے شریف حزیں ترا بندہ
اور خداوندِ دو جہاں تو ہے

(شریف امروہوی)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کوئی ہم پایہ نہ ثانی ترا کونین میں ہے
تجھ سا بے سایہ نظر آیا نہ دارین میں ہے

عین ملتا ہے جو رب سے تو عرب بنتا ہے
اک حقیقت ہے جو پوشیدہ اسی عین میں ہے

سر تو بس حکم پہ جھکتا ہے سوئے بیت حرم
سجدہ دل رخ محبوب کے قوسین میں ہے

عرشِ اعلیٰ کا بھی اعزاز بڑھا ہے ان سے
سلسلہ فیض کا ایسا ترے نعلین میں ہے

جگمگاتے ہیں اسی سے مرے باطن کے نقوش
جلوہ حسن ازل ایسا رچا نین میں ہے

گور میں آکے چلے جائیں گے کچھ پوچھے بغیر
پاسداری تری نسبت کی نکیرین میں ہے

عشق سرکارؐ نے ہر غم سے کیا ہے آزاد
مفلسی میں بھی مری روح بڑے چین میں ہے

لیلیٰ یاد سے آباد ہوا محمل جاں
ناقۂ عشق نبیؐ دوڑتی دن رین میں ہے

جس کے انوار سے ہے قطبؔ زمانہ روشن
ہے وہی نور جو سبطین کریمین میں ہے

(خواجہ غلام قطب الدین فریدی)

محرم الحرام اور پیغامِ کربلا

امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم شہادت کے بعد کائنات انسانی کو دو کردار مل گئے۔ کردار یزید جو بدبختی، ظلم، استحصال، جبر، تفرقہ پروری، قتل و غارت گری اور خون آشامی کا استعارہ بن گیا اور اور کردارِ حسینؓ جو عدل و انصاف، امن، وفا اور تحفظ دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامت ٹھہرا، اب قیامت تک حسینیت زندہ رہے گی اور اس کے پرچم بھی قیامت تک لہراتے رہیں گے اور یزیدیت قیامت تک کے لئے مردہ رہے گی۔ آج بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کی روح ریگ زار کربلا سے پھر پکار رہی ہے۔ آج سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی روح اجڑے ہوئے خیموں سے ہمیں صدا دے رہی ہے۔ آج علی اکبرؓ اور علی اصغرؓ کے خون کا ایک ایک قطرہ اور دریائے فرات کا شہدائے کربلا کے خون سے رنگین ہونے والا کنارہ ہمیں آواز دے رہا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والو! اب وقت آن پہنچا ہے حسینیت کے کردار کو اپنے قول وعمل میں زندہ کرو۔ ہر دور کے یزیدوں کو پہچانو۔ یزیدیت کو پہچانو۔ یزیدیت تمہیں توڑنے اور تمہارے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے سرگرم عمل ہے جبکہ حسینیت تمہیں جوڑنے کے لئے ہے۔ حسینیت اخوت، محبت اور وفا کی علمبردار ہے۔ یزیدیت اسلام کی قدریں مٹانے کا نام ہے۔ حسینیت اسلام کی دیواروں کو پھر سے اٹھانے کا نام ہے۔ یزیدیت قوم کا خزانہ لوٹنے کا نام ہے۔ حسینیت قوم کی امانت کو بچانے کا نام ہے۔ یزیدیت جہالت کا اور حسینیت علم کا نام ہے۔ یزید ظلم کا اور حسین امن کا نام ہے۔ یزید اندھیرے کی علامت ہے اور حسین روشنی کا استعارہ ہے۔ یزیدیت پستی اور ذلت کا نام ہے جبکہ حسینیت انسانیت کی نفع بخشی کا نام ہے۔

آیئے سب مل کر یزیدیت کے خلاف ایک عہد کریں اور وقت کے یزیدوں کے قصر امارات کو پاش پاش کردیں، مسلمانو! یزیدیت کا تختہ الٹنے، ظلم و استحصال کا نام و نشان مٹانے اور غریب دشمنی پر مبنی نظام کو پاش پاش کرنے کے لئے اٹھو، اپنے اندر حسینی کردار پیدا کرو اور کربلائے عصر میں ایک نیا معرکہ بپا کردو، ایک نئی وادی فرات کو اپنے لہو سے رنگین بنادو، اپنی جان اور اپنے اموال کی قربانی دے کر مصطفوی انقلاب کی راہ ہموار کرو، تاکہ افق عالم پر مصطفوی انقلاب کا سویرا طلوع ہو اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر یزیدیت کا نشان بھی مٹ جائے۔ دلوں کی سلطنت حسینی کردار کے ساتھ آباد کردو اور اپنی سرزمین کو یزیدی فتنوں سے یکسر پاک کردو۔ اس

خطے کو ہم ایک بار پھر اہل بیتؓ اور صحابہ کرامؓ کی محبتوں کا مرکز ومحور بنا دیں۔ فتنہ وفساد، جنگ، قتل و غارتگری کی آگ کو بجھا کر امام حسین رضی اللہ عنہ کے جلائے ہوئے چراغِ امن سے اپنے ظاہر و باطن کے اندھیرے دور کردیں اور سرزمین پاکستان کو امن کا گہوارہ بنائیں کیونکہ پاکستان ہماری ہی نہیں پوری ملت اسلامیہ کی امانت ہے۔ یہ خطہ عالم اسلام کی پہلی دفاعی لائن ہے۔آیئے اسے اسلام کا ناقابل تسخیر قلعہ بنا دیں۔

مسلمانو! حسینی مشن کے چراغ جلانے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم کو اجاگر کرنے کے لئے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ایک ہوجاؤ۔ یہی وقت کی آواز ہے کہ شیعہ سنی اور تمام مکاتب فکر اکٹھے ہوکر عالم کفر کے خلاف ایک ہوجائیں۔ اپنے اندر کی نفرتوں کو مٹادو، کدورتوں کوختم کردو۔ اب ہمیں بستی بستی قریہ قریہ محبتوں کے چراغ جلانا ہوں گے۔ مدینے سے کربلا تک کے سفر میں قربانیوں کی ان گنت داستانیں بکھری ہوئی ہیں۔ ان داستانوں کو اپنا شعار بنالو، شعور کربلا کو ہر سطح پر زندہ کرو، تاریخ کربلا ایک واقعہ نہیں ایک تحریک ہے۔شعور کربلا کو ایک عوامی تحریک بنا دو۔ شیعہ اور سنی کو بھائی بھائی بن کر اسلام کی سربلندی کے لئے اور قوموں کی برادری میں اپنے کھوئے ہوئے مقام کے لئے ایک ساتھ جدوجہد کرنا ہوگی۔ دشمنان اسلام مسلمانوں کے اسی اتحاد سے خائف ہیں۔ اپنے قول وعمل سے انہیں بتا دو کہ ہم ایک ہیں، بانہوں میں بانہیں ڈال کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں جیسی اخوت اسلامی کا مظاہرہ کرو۔

عالمی سامراج فرقہ واریت میں الجھا کر ہمیں علم کی روشنی سے محروم رکھنا چاہتا ہے۔علوم جدیدہ اور جدید تر ٹیکنالوجی کو ہمارے لئے شجر ممنوعہ قرار دینا چاہتا ہے۔ وہ اپنے مذموم ارادوں کو اسی وقت پایہ تکمیل تک پہنچاسکتا ہے جب ہم اپنی اجتماعی قوت فرقہ واریت کی نذر کرتے رہیں گے۔ ہمارا اتحاد عالمی سامراج کی موت ہے۔ شیعہ اور سنی اٹھیں اور ہاتھ میں ہاتھ دے کر دشمنان اسلام کی سازشوں کو خاک میں ملادیں۔ اٹھو! نفرتوں اور کدورتوں کے بت پاش پاش کردو۔۔۔۔۔۔ تاریخ کا رخ بدل دو۔۔۔۔۔۔ عالم کفر کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جاؤ اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو کہ یہی شعور کربلا ہے۔۔۔۔۔۔ یہی پیغام کربلا ہے۔۔۔۔۔۔ اس پیغام کی خوشبو کا پرچم لے کر نکلو کہ منزلیں تمہارے قدم چومنے کے لئے بے تاب ہیں۔

؎ اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

قسط سوم

اسلامی نصاب

فروغِ امن اور انسدادِ دہشت گردی کا

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

تنگ نظری سے انتہا پسندی اور انتہا پسندی سے دہشتگردی جنم لیتی ہے

بعض دینی اداروں اور مدارس میں طلباء کو دیگر مسالک کے خلاف نفرت، عدم رواداری اور انتہاء پسندی پر مبنی تعلیم دی جاتی ہے جس سے ایک دوسرے کو غیر مسلم اور گمراہ سمجھتے ہیں معصوم ذہنوں میں نفرتوں کی آبیاری کرتے ہیں۔ نتیجتاً یہ لوگ تنگ نظری اور فکری مغالطّوں کا شکار ہو کر اپنے علاوہ سب کو کافر مشرک اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے لگتے ہیں۔

بلکہ بعض انتہا پسند اتنے متشدد ہو جاتے ہیں کہ مخالفین کا خون بہانا نہ صرف جائز بلکہ واجب سمجھتے ہیں یہیں سے شدت پسندی اور دہشت گردی پنپنے لگتی ہے۔ جسے ایک دینی فریضہ (جہاد) سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے۔

لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ. (البقرة، ۲:۲۵۶)

’’دین میں کوئی زبردستی نہیں‘‘۔

دہشت گردی۔۔ سوالوں کے مختصر جوابات

دہشت گردی کے موجودہ خون آشام واقعات کو دیکھ کر ذہنوں میں چند سوالات اُٹھتے ہیں اور دنیا بھر کے عوام وخواص اِسلام سے متعلق اِن سوالات کی روشنی میں تسلی بخش وضاحت مانگتے ہیں۔ اِس تحریر میں کوشش کی گئی ہے کہ اِن تمام سوالات کا تفصیلی، مدلّل اور دوٹوک جواب دیا جائے۔ ذیل میں ترتیب وار پہلے اِن سوالات کے ساتھ مختصر جوابات دیے جارہے ہیں۔

۱۔ کیا کسی جماعت کا خود کو حق پر سمجھتے ہوئے اپنے عقائد ونظریات کے فروغ و تسلط اور دوسروں کے عقائد کی اِصلاح کے نام پر طاقت اِستعمال کرنا جائز ہے؟ کیا نظریاتی اِختلاف رکھنے والوں کو قتل کرنے، اُن کے مال لوٹنے اور اُن کی مساجد، مذہبی مقامات اور شعائر کو تباہ کرنے کی اِسلام میں گنجائش ہے؟ اگر نہیں، تو اِس جرم کا

اِرتکاب کرنے والوں کے لیے اِسلام نے کیا سزا مقرر کی ہے؟

۲۔ اِس ضمن میں دوسرا سوال یہ اُٹھتا ہے کہ مسلم ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے کیا حقوق ہیں؟

۳۔ تیسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اِسلام میں اِنسانی جان کی حرمت پر واضح اَحکامات موجود ہیں؟ کیا غیر مسلم عالمی طاقتوں کی ناانصافیوں اور مظالم کے ردِعمل کے طور پر انتقاماً بے قصور اور پُراَمن غیر مسلم شہریوں اور سفارت کاروں کو اِغواء کرنا اور قتل کرنا جائز ہے؟

۴۔ چوتھا اور اَہم سوال یہ ہے کہ کیا مسلم حکمرانوں کی غیر اِسلامی پالیسیوں اور فاسقانہ طرزِ عمل کے باعث اُنہیں حکومت سے ہٹانے، اپنے مطالبات منوانے یا اُنہیں راہِ راست پر لانے کے لیے مسلح جد و جہد کی جاسکتی ہے؟ کیا آئینی طور پر قائم کی گئی مسلم حکومت کے نظم اور عمل داری (writ) سے بغاوت جائز ہے؟ نیز حکمرانوں کی اِصلاح اور تبدیلی کا جائز طریقہ کار کیا ہونا چاہیے؟

۵۔ دہشت گردی کی تاریخ میں خوارج کا عنصر ناقابلِ فراموش ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خوارج کون تھے، ان کا شرعی حکم کیا ہے اور کیا موجودہ دور کے دہشت گرد خوارج ہی کا تسلسل ہیں؟

۶۔ ایک سوال یہ بھی ہوتا ہے کہ فتنہ انگیزی، دہشت گردی اور مسلح بغاوت کے خاتمے کے لیے حکومت اور مقتدر طبقات کو کیا اقدامات اٹھانے چاہییں؟

۷۔ اِس ضمن میں ایک اور اَہم سوال جو ایک مغالطے کی صورت میں خواص وعوام کے درمیان گردش کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ کیا دہشت گردی پر مبنی مندرجہ بالا ظالمانہ کارروائیاں اِعلاءِ کلمۂ حق اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی جد و جہد کے اِرادے سے سندِ جواز حاصل کرسکتی ہیں؟

کیا نیت نیک ہونے سے بدی کا عمل، نیکی میں بدل سکتا ہے؟

اِس حقیقت کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ قربِ اِلٰہی کے حصول کی نیت سے کی جانے والی بت پرستی کو قرآن حکیم نے ردّ کر دیا ہے۔ وضاحت کے لیے چند مثالیں بھی پیش ہیں۔

دہشت گردوں کی معاونت بھی جرم ہے

دہشت گردوں اور قاتلوں کو معاشرے میں سے افرادی، مالی اور اخلاقی قوت کے حصول سے محروم کرنے اور انہیں isolate کرنے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کی ہر قسم کی مدد و اعانت سے کلیتًا منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مومن کے قتل میں معاونت کرے گا وہ رحمت الٰہی سے محروم ہو جائے گا۔

مسلم ریاست اور نظمِ اجتماعی کے خلاف مسلح بغاوت کی ممانعت

(ا) بغاوت کی لغوی تعریف

۱۔ ابنِ فارس کے مطابق:

بَغِيٌ: اَلْبَاءُ وَالْغَيْنُ وَالْيَاءُ، أَصْلَانِ: أَحَدُهُمَا طَلَبُ الشَّيْءِ، وَالثَّانِي: جِنْسٌ مِنَ الْفَسَادِ ...... وَالْأَصْلُ الثَّانِي: قَوْلُهُمْ بَغَى الْجَرْحُ، إِذَا تَرَامَى إِلَى فَسَادٍ ...... ثُمَّ يُشْتَقُّ مِنْ هَذَا مَا بَعْدَهُ، فَالْبَغْيُ الْفَاجِرَةُ ...... وَمِنْهُ أَنْ يَبْغِيَ الْإِنْسَانُ عَلَى الْآخَرِ ...... وَإِذَا كَانَ ذَا بَغْيٍ فَلَا بُدَّ أَنْ يَقَعَ مِنْهُ فَسَادٌ ...... وَالْبَغْيُ: اَلظُّلْمُ.

(۱) ابن فارس، معجم مقاييس اللغة (مادة 'بغی'): ۱۴۴

۲۔ ابن منظور، لسان العرب (مادة 'بغی')، ۱۴: ۷۵-۷۸

بغی کا مادہ ب، غ اور ي ہے اور اس کی اصل دو چیزیں ہیں۔ پہلا معنی کسی چیز کا طلب کرنا ہے جبکہ دوسرے معنی کے مطابق یہ فساد کی ایک قسم ہے۔ دوسرے معنی کی مثال دیتے ہوئے اہلِ زبان کا کہنا ہے: بغی الجرح، ''زخم فساد کی حد تک بڑھ گیا'' یعنی بہت زیادہ خراب ہوگیا۔ اسی سے اس نوعیت کے دیگر الفاظ مشتق ہوتے ہیں مثلاً بَغِيٌ بُری عورت کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ شرم و حیا کی حدیں پھلانگ کر بدکاری کی مرتکب ہوتی ہے۔ اور اسی مادے سے بَغْيٌ کا معنی ایک انسان کی طرف سے دوسرے پر ظلم و زیادتی ہے۔ جب بغاوت کسی شخص کی عادت بن جائے تو اس سے فساد خود بخود جنم لیتا ہے؛ اور (اِسی لیے) بَغْيٌ ظلم کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔

۲۔ علامہ ابنِ نجیم حنفی (م ۹۷۰ھ) بغاوت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

البغاة جمع باغ، من بغی علی الناس ظلم واعتدی، وبغی سعی بالفساد، ومنه الفرقة الباغية لأنها عدلت عن القصد. ...... وفئة باغية خارجةٌ عن طاعة الإمام العادل.

(ابن نجيم، البحر الرائق، ۵:۱۵۰)

البغاة باغی کی جمع ہے۔ بغی علی الناس کا معنی ہے: اس نے لوگوں پر ظلم اور زیادتی کی ہے۔ بغی کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے فساد پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ اور اسی سے فرقہ باغیہ ہے اس لیے کہ وہ راہِ راست سے ہٹ گیا ہے۔ اور فئة باغية کا معنی مسلم ریاست کی اتھارٹی تسلیم نہ کرنے والا گروہ ہے۔

۳۔ علامہ حصکفی (م ۱۰۸۸ھ) در المختار میں بغاوت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

البغی لغة الطلب، ومنه: ﴿ذٰلِکَ مَا كُنَّا نَبْغِ﴾ [الكهف، ۱۸:۶۴]. وعرفا: طلب ما لا يحل من جورٍ وظلمٍ. (حصكفی، الدر المختار، ۴: ۲۶۱)

لغت کی رُو سے بغی کا معنی ہے: 'طلب کرنا' مثلاً ﴿ذٰلِکَ مَا كُنَّا نَبْغِ﴾ میں یہ لفظ اس معنی میں

استعمال ہوا ہے اور عرف میں اس سے مراد ناجائز ظلم وستم کرنا ہے۔

یہی معنوی تفصیلات تهذيب اللغة، الصحاح اور لسان العرب میں بھی مذکور ہیں۔

ان لغوی تعریفات سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ بغاوت کے لفظ میں ہی ظلم اور زیادتی کا معنی پایا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اِس میں شرعی قیود اور قانونی و آئینی حدود کو توڑ کر معاشرے میں بدامنی، زیادتی اور ظلم کا مرتکب ہوا جاتا ہے۔

(۲) بغاوت کی اصطلاحی تعریف کیا ہے؟

(i) فقہاے اَحناف کے ہاں بغاوت کی تعریف

فقہائے احناف میں سے ایک نمایاں نام علامہ ابن ہمام (م ۸۶۱ھ) کا ہے۔ انہوں نے فتح القدير میں بغاوت کی سب سے جامع تعریف کی ہے اور باغیوں کی مختلف اقسام بیان کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

والباغي في عرف الفقهاء: الخارج عن طاعة إمام الحق. والخارجون عن طاعته أربعة أصناف:

أحدها: الخارجون بلا تأويل بمنعة وبلا منعة، يأخذون أموال الناس ويقتلونهم ويخيفون الطريق، وهم قطاع الطريق.

والثاني: قوم كذلك إلا أنهم لا منعة لهم لكن لهم تأويل. فحكمهم حكم قطّاع الطريق. إن قتلوا قتلوا وصلبوا. وإن أخذوا مال المسلمين قطعت أيديهم وأرجلهم على ما عرف.

والثالث: قوم لهم منعة وحمية خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على باطل كفر أو معصية. يوجب قتاله بتأويلهم. وهؤلاء يسمون بالخوارج يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويسبون نساء هم ويكفرون أصحاب رسول الله ﷺ. وحكمهم عند جمهور الفقهاء وجمهور أهل الحديث حكم البغاة. ......

والرابع: قوم مسلمون خرجوا على إمام ولم يستبيحوا ما استباحه الخوارج، من دماء المسلمين وسبى ذراريهم وهم البغاة. (ابن همام، فتح القدير، ۵: ۳۳۴)

فقہاء کے ہاں عرفِ عام میں آئین و قانون کے مطابق قائم ہونے والی حکومت کے نظم اور اتھارٹی کے خلاف مسلح جدوجہد کرنے والے کو باغی (دہشت گرد) کہا جاتا ہے۔ حکومتِ وقت کے نظم کے خلاف بغاوت کرنے والوں کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو طاقت کے بل بوتے یا طاقت کے بغیر بلا تاویل حکومت کی اتھارٹی اور نظم سے خروج کرنے والے ہیں اور لوگوں کا مال لوٹتے ہیں، انہیں قتل کرتے ہیں اور مسافروں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں، یہ لوگ راہزن ہیں۔

دوسری قسم ایسے لوگوں کی ہے جن کے پاس غلبہ پانے والی طاقت وقوت تو نہ ہو لیکن مسلح بغاوت کی

غلط تاویل ہو، پس ان کا حکم بھی راہزنوں کی طرح ہے۔ اگر یہ قتل کریں تو بدلہ میں انہیں قتل کیا جائے اور پھانسی چڑھایا جائے اور اگر مسلمانوں کا مال لوٹیں تو ان پر شرعی حد جاری کی جائے۔

تیسری قسم کے باغی وہ لوگ ہیں جن کے پاس طاقت وقوت اور جمعیت بھی ہو اور وہ کسی من مانی تاویل کی بناء پر حکومت کی اتھارٹی اور نظم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں اور ان کا یہ خیال ہو کہ حکومت باطل ہے اور کفر و معصیت کی مرتکب ہو رہی ہے۔ ان کی اس تاویل کے باوجود حکومت کا ان کے ساتھ جنگ کرنا واجب ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں پر خوارج کا اطلاق ہوتا ہے جو مسلمانوں کے قتل کو جائز اور ان کے اموال کو حلال قرار دیتے تھے اور مسلمانوں کی عورتوں کو قیدی بناتے اور اصحاب رسول ﷺ کی تکفیر کرتے تھے۔ جمہور فقہاء اور ائمہ حدیث کے ہاں ان کا حکم بھی خوارج اور باغیوں کی طرح ہی ہے۔......

چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے حکومتِ وقت کے خلاف مسلح بغاوت تو کی لیکن ان چیزوں کو مباح نہ جانا جنہیں خوارج نے مباح قرار دیا تھا جیسے مسلمان کو قتل کرنا اور ان کی اولادوں کو قیدی بنانا وغیرہ۔ یہی لوگ باغی ہیں۔

(ii) فقہائے مالکیہ کے ہاں بغاوت کی تعریف

مالکی فقہاء میں سے امام محمد بن احمد بن جزی الکلبی الغرناطی (م ۷۴۱ھ) نے 'القوانين الفقهية' میں لکھا ہے:

البغاة: هم الذي يقاتلون على التأويل، والذين يخرجون على الإمام، أو يمتنعون من الدخول في طاعته، أو يمنعون حقاً وجب عليهم كالزكاة وشبهها.

(ابن جزی الکلبی، القوانين الفقهية: ۳۶۴)

باغی وہ لوگ ہیں جو مسلم ریاست کے خلاف خود ساختہ تاویلات کی بناء پر مسلح بغاوت کرتے ہیں یا اس کی اتھارٹی کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں اور وہ حق ادا نہیں کرتے جس کی ادائیگی (بطور پُر امن شہری) ان کے ذمہ لازم تھی جیسا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی یا اس طرح کے دیگر واجبات۔

(iii) فقہائے شافعیہ کے ہاں بغاوت کی تعریف

فقہائے شافعیہ میں سے امام نووی (م ٦٧٦ھ) نے اپنی کتاب 'روضة الطالبين' میں ایک مستقل باب 'قتال البغاة' کے عنوان سے قائم کیا ہے جس میں دیگر تفصیلات کا تذکرہ کرنے سے قبل باغی کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

الباغي في إصطلاح العلماء هو المخالف لإمام العدل، الخارج عن طاعته بامتناعه من أداء واجب عليه أو غيره بشرط. (نووی، روضة الطالبين، ١٠ : ٥٠)

علماء کی اصطلاح میں باغی مسلم حکومت کے اس مخالف کو کہتے ہیں جو اس کی اتھارٹی تسلیم نہ کرے اس

طرح کہ جو اس پر یا دوسروں پر واجب ہے وہ مشروط طور پر روک لے۔

(iv) فقہائے حنابلہ کے ہاں بغاوت کی تعریف

۱۔ فقہائے حنابلہ میں ابن ہبیرہ الحنبلی (م ۵۸۷ھ) نے باغیوں کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

واتفقوا على أنه إذا خرج على إمام المسلمين طائفة ذات شوكة بتأويل مشتبه، فإنه يباح قتالهم حتى يفيئوا. (ابن هبيرة، الإفصاح: ۲: ۴۰۲)

تمام ائمہ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ جب طاقت اور مضبوط ٹھکانوں والا کوئی گروہ کسی مشتبہ تاویل کی بناء پر مسلم حکومت کے نظم (writ) سے نکل جائے تو اس کے ساتھ جنگ کرنا مباح ہے یہاں تک کہ وہ واپس (حکومت کے نظم کی اطاعت) لوٹ آئے۔

۲۔ امام ابن قدامہ (م ۶۲۰ھ) نے بغاوت کی تعریف میں لکھا ہے:

قوم من أهل الحق خرجوا على الإمام بتأويل سائغ، وراموا خلعه، ولهم منعة وشوكة.

(إبن قدامة، الكافى، ۴: ۱۴۷)

مسلمانوں کا ایک گروہ جس نے حکومتِ وقت کے خلاف بہ ظاہر پُرکشش تاویل کی بناء پر بغاوت کی اور حکومت کو ختم کرنے کا ارادہ کیا، اوران کے پاس محفوظ ٹھکانے اور اسلحہ و طاقت تھی (اسے باغی کہا جاتا ہے)۔

(v) فقہائے جعفریہ کے ہاں بغاوت کی تعریف

فقہ جعفریہ کے فقیہ ابوجعفر محمد بن حسین طوسی (م ۴۶۰ھ) نے اپنی تصنیف '**الإقتصاد الهادى إلى طريق الرشاد**' میں الگ فصل قائم کر کے باغیوں کے احکام بیان کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

الباغي: هو كل من خرج على امام عادل وشق عصاه، فان على الامام أن يقاتلهم. ويجب على كل من يستنهضه الامام أن ينهض معه و يعاونه على قتالهم، ولا يجوز لغير الامام قتالهم بغير اذنه. فاذا قوتلوا لا يرجع عنهم الا أن يفيئوا الى الحق أو يقتلوا، ولا يقبل منهم عوض ولا جزية.

والبغاة على ضربين: أحدهما: من له رئيس يرجعون اليه. فهؤلاء يجوز أن يجتاز على جراحاتهم ويتبع مدبرهم ويقتل أسيرهم. والآخر: لا يكون لهم فيه رئيس، فهولاء لا يجاز على جريحهم ولا يقتل أسيرهم. (طوسى، الإقتصاد، فصل فى حكام البغى: ۳۱۵)

باغی سے مراد ہر وہ شخص ہے جو مسلم ریاست کے خلاف مسلح بغاوت کرے اور اسے غیر مستحکم کرنے کی کوشش کرے۔ پس حکومت وقت پر لازم ہے کہ ان کے خلاف جنگ کرے۔ اور ہر اس شخص پر لازم ہے جسے حکومت ان کے خلاف اٹھنے کا حکم دے کہ وہ حکومت کے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کرے۔ اور حکومت وقت کے

علاوہ اس کی اِجازت کے بغیر کسی کے لیے ان دہشت گرد باغیوں کے ساتھ جنگ کرنا جائز نہیں۔ جب ان کے ساتھ جنگ شروع کردی جائے تو اُس وقت تک حکومت اس سے پیچھے نہ ہٹے جب تک وہ حق کی طرف لوٹ نہ آئیں یا قتل نہ کردیئے جائیں۔ اور ان سے کسی قسم کا معاوضہ اور ٹیکس بھی قبول نہ کیا جائے۔

باغیوں کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ ان کا کوئی سربراہ و سرغنہ ہو جس سے وہ ہدایات لیتے ہوں۔ ان سب کا حکم یہ ہے کہ ان کے زخمیوں کو ان کی حالت پر رہنے دیا جائے گا، ان کے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا جائے گا اور ان کے قیدیوں کو قتل کیا جائے گا۔ دوسری قسم وہ ہے کہ جس میں ان کا کوئی سربراہ اور سرغنہ نہ ہو۔ پس اس صورت میں ان کے زخمیوں کی مرہم پٹی کی جائے گی اور ان کے قیدیوں کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

(vi) معاصر علماء کے ہاں بغاوت اور دہشت گردی کی تعریف

رابطہ عالم اسلامی کا سولہواں سیشن مکہ مکرمہ میں خادم الحرمین الشریفین ملک فہد بن عبدالعزیز آلِ سعود کی نگرانی میں (۲۱ تا ۲۶ شوال ۱۴۲۲ھ بمطابق ۵ تا ۱۰ جنوری ۲۰۰۲ء) اسلامی فقہی اکیڈمی میں منعقد ہوا۔ اس سیشن کے بعد دہشت گردی کے حوالے سے بیانِ مکہ (Makka Declaration) کے نام سے جو اعلامیہ صادر ہوا اس میں دہشت گردی کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

الإرهاب: هو العدوان الذی یمارسه أفراد أو جماعات أو دول بغیًا علی الإنسان: دینه، ودمه، وعقله، ماله، وعرضه. ویشمل صنوف التخویف والأذی والتهدید والقتل بغیر حق وما یتصل بصور الحرابة وإخافة السبیل وقطع الطریق، وکل فعل من أفعال العنف أو التهدید، یقع تنفیذًا لمشروع إجرامی فردی أو جماعی، ویهدف إلی إلقاء الرعب بین الناس، أو ترویعهم بإیذائهم، أو تعریض حیاتهم أو حریتهم أو أمنهم أو أحوالهم للخطر، ومن صنوفه إلحاق الضرر بالبیئة أو بأحد المرافق والأملاک العامة أو الخاصة، أو تعریض أحد الموارد الوطنیة، أو الطبیعیة للخطر، فکل هذا من صور الفساد فی الأرض التی نهی الله سبحانه وتعالی المسلمین عنها: ﴿وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ط اِنَّ اللهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ﴾ [القصص، ۲۸:۷۷].

وقد شرع الله الجزاء الرادع للإرهاب والعدوان والفساد، وعده محاربة الله ورسوله ﷺ: ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِکَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ [المائدة، ۵:۳۳].

ولا توجد فی أی قانون بشری عقوبة بهذه الشدة نظرًا لخطورة هذا الاعتداء، الذی یعد فی الشریعة الإسلامیة حربًا ضد حدود الله، وضد خلقه. ویؤکد المجمع أن من أنواع الإرهاب: إرهاب الدولة، ومن أوضح صوره وأشدها شناعة الإرهاب الذی یمارسه الیهود فی

فلسطين، وما مارسه الصرب فی كل من البوسنة والهرسک وکوسوفا، ورأی المجمع أن هذا النوع من الإرهاب من أشد أنواعه خطرًا علی الأمن والسلام فی العالم، وعد مواجهته من قبیل الدفاع عن النفس، والجهاد فی سبیل الله. (بیان مكة: ۴ (۲۰۰۲ء)

دہشت گردی سے مراد وہ سرکشی ہے جس کا ارتکاب مخصوص افراد، جماعتیں یا ملک دوسرے انسانوں کے دین، خون، عقل، مال اور عزت کی پامالی کے ذریعے کرتے ہیں۔ اس ظلم اور حقوق کی پامالی میں ایذاء رسانی، خوف و ہراس پیدا کرنا اور ناحق قتل کرنا شامل ہے۔ اسی طرح گروہوں کی شکل میں لوٹ مار، خون خرابہ اور شاہراہوں پر قبضہ کر کے لوگوں کو ہراساں کرنا بھی اسی نوعیت کے جرائم ہیں۔ دشمنی یا زیادتی خواہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا جماعت کی طرف سے اس کا مقصد لوگوں کے دلوں میں رعب ڈالنا ہو یا انہیں ایذاء رسانی کے ذریعے ڈرانا دھمکانا یا ان کی زندگی، آزادی، امن یا اَحوال کو خطرات میں جھونکنا ہو۔ دہشت گردی کی جملہ اقسام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ معاشرہ یا فرد کو نقصان پہنچایا جائے، املاک اور ضرورت کی اشیاء تلف کی جائیں یا ملکی وسائل میں سے کسی چیز کو خطرات میں جھونکا جائے۔ یہ ساری فساد فی الارض کی صورتیں ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے اس ارشادِ گرامی ﴿اور ملک میں فساد انگیزی (کی راہیں) تلاش نہ کرو، بے شک اللہ فساد بپا کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتاo﴾ کے ذریعے منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دہشت گردی، عداوت اور فساد کے لیے سخت سزا مقرر فرمائی ہے اور اِسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے ساتھ دشمنی گردانا ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز راہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہےo﴾۔

اس سرکشی پر - جس کو بہت بڑا خطرہ ہونے کے پیشِ نظر شریعتِ اسلامیہ میں اللہ تعالیٰ کی حدود اور اس کی مخلوق کے خلاف جنگ شمار کیا جاتا ہے - جو سخت سزا رکھی گئی ہے، اس طرح کی سخت سزا کسی انسانی قانون میں نہیں پائی جاتی۔ ہمارے ادارے نے اس بات پر بھی زور دیا کہ بلاشبہ دہشت گردی کی اقسام میں سے بڑی قسم ملکی دہشت گردی ہے لیکن سب سے واضح اور بدترین دہشت گردی وہ ہے جو یہودی فلسطین میں مسلسل جاری رکھے ہوئے ہیں اور وہ جو سرب باشندے بوسنیا اور کوسووا میں کر رہے ہیں۔ اس سربراہی کانفرنس کی رائے میں اس قسم کی دہشت گردی دنیا کے امن اور سلامتی کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے، اور اس کا سامنا کرنے کو ہمارے ادارے نے جان کے دفاع اور جہاد فی سبیل اللہ کے قبیل سے شمار کیا ہے۔

(جاری ہے) ☆☆☆☆☆

ایمان، یقین، استقامت اور کارکنان تحریک

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا شہر اعتکاف 2015ء میں خصوصی خطاب

قسط دوم

ترتیب و تدوین: محمد حسین آزاد // معاونت: نازیہ عبدالستار

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے شہر اعتکاف 2015ء منعقدہ جامع مسجد المنہاج میں مشکلات و مصائب میں ثابت قدمی کے حوالے سے قرآن و حدیث کی روشنی میں نہایت پر مغز اور علمی و تحقیقی خطاب فرمایا جو نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔ جو قارئین مکمل خطاب سماعت کرنا چاہیں وہ DVDS-191 استعمال فرمائیں۔ (منجانب ادارہ دختران اسلام)

اصل واقعہ کچھ یوں ہوا کہ غزوہ احد کے موقع پر آقا علیہ السلام کو پتھروں سے زخمی کیا گیا۔ دائیں جانب کا نچلا دانت مبارک شہید ہوگیا۔ آقا علیہ السلام کا کندھا مبارک زخمی ہوگیا۔ چہرہ انور زخمی ہوگیا۔ خون مبارک بہنے لگا، رخسار انور پر تیر کا زخم آیا۔ الغرض آقا علیہ السلام زمین پر تشریف لائے وہاں ایک گڑھا تھا۔ اس کی گہرائی میں جسم مبارک نیچے چلا گیا تو حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ دوڑے اور حضرت علیؓ نے آقا علیہ السلام کا دست مبارک پکڑا اور نیچے سے اوپر کھینچا اور حضرت طلحہؓ نے سہارا دے کر کھڑا کیا۔ جب یہ صورت حال پیدا ہوئی تو اس وقت جو بدبخت تھا عتبہ بن ابی وقاص اور اس کے دیگر ساتھی جنھوں نے آقا علیہ السلام پر حملہ کیا تھا تو ان بدبختوں نے اعلان کردیا کہ آقا شہید ہوگئے اور جب آقا علیہ السلام اٹھے اور آپ نے لوگوں کو جمع کیا۔ پیاس کی شدت کی وجہ سے عجب حال تھا۔ اس وقت جب آپ نے بلایا تو منظر ہی بدل گیا۔ یہاں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت جو اصح روایت ہے کے مطابق آقا علیہ السلام اٹھے اور اپنے دست مبارک سے خون صاف کرتے ہوئے فرماتے:

''ایسی قوم کیسے نجات پائے گی جو اپنے نبی کے چہرے کو زخمی کردے گی''۔

یہ نبی اکرم ﷺ کا مقام صبر ہے اور صبر، یقین کے بغیر نہیں آتا۔ لہذا یہ یقین آپ اعتکاف میں اتنا پختہ کرکے جاؤ کہ فولاد بھی ٹکرائے تو ریزہ ریزہ ہوجائے یہ کلمہ مبارک زبان پر آیا تو اللہ پاک نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو بھیجا کہ کہیں میرا محبوب اپنی زبان سے سخت کلمہ نہ کہہ دے لہذا جا کر میرا پیغام دے دیں۔

لَيۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَيۡءٌ اَوۡ يَتُوۡبَ عَلَيۡهِمۡ اَوۡ يُعَذِّبَهُمۡ فَاِنَّهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ. (آل عمران:۱۲۸)

''(اے حبیب! اب) آپ کا اس معاملہ سے کوئی تعلق نہیں چاہے تو اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب دے کیوں کہ وہ ظالم ہیں''۔

یعنی محبوب جو آپ کا کام تھا آپ اس میں سرخرو اور کامیاب ہوگئے۔ آگے انکے ساتھ کیا ہوگا، کب ہوگا کیسے ہوگا؟ یہ کام آپ کا نہیں یہ مجھ پر چھوڑ دیں۔ یہ ہے ایمان۔ اس سے آگے صاحب ایمان کی ہمت نہیں کہ قدم اٹھا سکے۔

یہی وہ مقام ہے جس میں انسان میں صبر ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب، نبی اور رسول ﷺ کا نہ صرف مربی ہوتا ہے بلکہ کفیل بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زبان اطہر پر بھی ایسی بات نہیں آنے دی تاکہ کل کو کوئی اور طرح اشارہ نہ کرسکے۔ صرف اتنا کلمہ فرمایا تھا وہ قوم جس نبیؐ کا ان کو بھلائی، جنت اور بخشش کی طرف بلارہا ہے وہ قوم کیسے نجات پائے گی؟ وہیں محبوب کو روک دیا اور فرمایا: میرے محبوب اس سے آگے نہیں کچھ کہنا۔ آپ کو مبارک ہو آپ سرخرو ہوگئے ہیں۔ اب یہاں سے آگے اللہ کا کام ہے۔ بخاری شریف کے الفاظ میں آقا علیہ السلام نے فرمایا:

''وہ قوم جس نے اپنے نبی کو خون آلود کردیا وہ کیسے نجات پائے گی''۔

پھر آقا علیہ السلام جنگ میں دوخود (Helmet) باندھے ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آقا علیہ السلام نے صرف اللہ اللہ اور تسبیح کرنے اور استغفار پڑھنے کا ہی سبق نہیں سیکھایا بلکہ مجاہدانہ کردار بھی ادا فرمایا۔ آپ ﷺ نے زندگی کے مختلف گوشے کر رکھتے تھے۔ ایک اصحاب صفہ کا گوشہ تھا جو مسلسل روزے رکھتے، افطار کے لئے کوئی کھجور دیتا تو کھجور سے افطار کرلیتے۔ بعض اوقات 8,8 صحابہ کو ایک کھجور ملتی اور وہ ایک کھجور پر اکتفاء کرکے پانی پی لیتے۔

؎ یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اصحاب صفہ کو اتنی کمزوری آجاتی کہ حالت نماز میں جب آقا علیہ السلام قرات کررہے ہوتے تو قیام کے دوران بعض اوقات چکرا کر گر پڑتے تھے۔ مدینہ میں مکہ والے کافرو مشرک تو رہتے نہیں تھے۔ مدینہ میں منافق رہتے تھے اور یہود رہتے تھے۔ وہ جب صحابہؓ کو دیکھتے کہ گرے پڑے ہیں اور غشی آگئی ہے۔ کئی دن کے بھوکے ہیں اور نماز میں قیام نہیں کرسکتے تو وہ کہتے: ''ھٰؤلاء مجانین'' یہ پاگل ہیں۔ مسجد میں حلقہ ذکر و تربیت بھی ہوتا اور حلقہ علم بھی ہوتا۔ ہر کام اپنے وقت پر ہوتا۔ ایک ہی مسجد میں دو حلقے ہورہے ہیں۔ ادھر حلقہ ذکر ہورہا ہے

ادھر حلقہ علم ہو رہا ہے۔

آقا علیہ السلام تشریف لائے دونوں جانب دیکھا الگ الگ حلقے ہیں۔ دیکھ کر ادھر بھی شفقت کی نگاہ کردی اور ادھر بھی۔ اس طرح دونوں کو خوش کر دیا لیکن آکر حلقہ علم میں بیٹھ گئے۔ (کیونکہ علم کے حصول سے فکر درست ہوگا۔علم کے حصول سے جب یقین آئے گا تو تصور درست ہوگا پھر ذکر کرنے کے قابل بھی ہوں گے) پھر صرف یہ زندگی نہیں تھی بلکہ جب انقلاب کا اور حق و باطل کے معرکے اور دفاع کا وقت آتا تو پھر خندقیں بھی کھودتے۔ پھر غزوات ہوتے۔ جیسے غزوہ احد کے احوال میں آپ کو سنا رہا تھا۔جس کا ذکر قرآن مجید کررہا ہے:

''جب تم میں کچھ عوام گھبرا کر بھاگ گئے تھے''۔ اب یہاں وہ بات نہیں ہورہی کہ جب قافلہ چلا تھا تو ہزار تھے جو دیکھا دیکھی چل پڑے تھے اور منافق تھے۔ وہ تین سو عبداللہ بن ابی جو منافقوں کا سردار تھا کے ساتھ راستے سے ہی پلٹ گئے۔ اب احد کے میدان میں 700 صحابہ کرامؓ پہنچے تھے ان کی بات ہورہی ہے کہ جو بھاگے اور منتشر ہوئے انہی 700 میں سے ان میں عوام بھی تھے۔صحابہ کرامؓ بھی تھے مگر وہ بھی صحابہ کرام تھے جو ثبات کا پیکر بن کر لڑنے والے تھے۔یعنی کئی کچے تھے کئی پکے تھے۔ بیر بھی ایسے ہوتے ہیں آم بھی ایسے ہوتے ہیں، کیلے بھی ایسے ہوتے ہیں ہر کوئی شروع میں کچا ہوتا ہے بعد میں پکا ہوجاتا ہے۔

ہر کوئی ابوبکر صدیقؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ اور شیر خداؓ اور بلال حبشیؓ نہیں ہوتا۔کئی جب پہلے دن عشق کی آگ لگتی ہے اور مصطفیٰ ﷺ کو تکتے ہیں تو اسی دن بک جاتے ہیں پھر ان کے قدموں میں کوئی زلزلہ نہیں لاسکتا اور کئی ایسے ہوتے ہیں دیکھا دیکھی کلمہ پڑھتے ہیں پھر آکر دیکھتے ہیں اور حالات کا جائزہ لیتے ہیں آتے جاتے رہتے ہیں۔کئی مہینے اور کئی سال بھر گزار دیتے ہیں۔اس لئے قرآن مجید نے انہیں جگہ جگہ الاعراب کہا۔ مراد ہے جو مدینہ کے اردگرد دیہاتی لوگ رہتے ہیں۔منافقین کے لئے الگ لفظ استعمال کیا جو یہود میں منافق لوگ تھے اور دھوکا باز تھے۔ غدار تھے، سازشی تھے ان کے لئے منافقین کہا اور جو صحابہ تھے ان کے لئے مومنین کہا جو کچے پکے تھے ان کے لئے اعراب کہا۔ یہ کچے لوگ جو بھاگ کھڑے ہوئے تھے بعد ازاں ان کو بھی معاف کردیا گیا۔قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِى الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ج لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ ط وَاللّٰهُ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ. (آل عمران: ۱۵۶)

''اے ایمان والو! تم ان کافروں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے ان بھائیوں کے بارے میں یہ کہتے ہیں

جو (کہیں) سفر پر گئے ہوں یا جہاد کر رہے ہوں (اور وہاں مر جائیں) کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے، تاکہ اللہ اس (گمان) کو ان کے دلوں میں حسرت بنائے رکھے، اور اللہ ہی زندہ رکھتا اور مارتا ہے، اور اللہ تمہارے اعمال خوب دیکھ رہا ہے‘‘۔

اب یہاں ایمان والوں سے خطاب ہے۔ جن کو کہا جا رہا ہے تم ان کافروں کی طرح نہ ہو جاؤ۔ اب یہ بات سمجھنے والی ہے کہ وہ کافروں کی طرح عقیدہ نہیں بدل رہے تھے۔ اسلام کو چھوڑ تو نہیں رہے تھے۔ وہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، قرآن اور حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت کا انکار تو نہیں کر رہے تھے۔ پھر کیوں فرمایا ان کافروں کی طرح نہ ہو جاؤ؟ کون سے کافر؟ باری تعالیٰ نے فرمایا: جو اپنے ان بھائیوں یا رشتہ داروں یا دوستوں کو کہتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں جو آقا علیہ السلام کے ساتھ سفر اور جہاد پر نکلے اور وہیں شہید ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ اگر وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ جاتے اور جہاد نہ کرتے تو نہ مرتے۔

حالانکہ زندہ بھی اللہ رکھتا ہے اور موت بھی اللہ دیتا ہے۔ اس پر پختہ ایمان ہونا چاہئے۔ موت تو ہر حال میں آ کر رہتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ جب بھی موت آئے تو بزدلی کی موت نہ آئے بلکہ جواں مردی کی موت آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے مصطفیٰ ﷺ پر طعن کیا اس کا جواب دیتے ہوئے آگے ارشاد فرمایا:

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللهِ وَرَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ○ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ اِلَی اللهِ تُحْشَرُوْنَ ○ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ ج فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَی اللهِ ط اِنَّ اللهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ ○ اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ج وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْم بَعْدِهٖ ط وَعَلَی اللهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۵۷۔۱۶۰)

’’اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کر دیے جاؤ یا تمہیں موت آ جائے تو اللہ کی مغفرت اور رحمت اس (مال و متاع) سے بہت بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔ اور اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ تو تم (سب) اللہ ہی کے حضور جمع کیے جاؤ گے۔ (اے حبیبِ والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم طبع ہیں اور اگر آپ تُندخُو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے، سو آپ ان سے درگزر فرمایا کریں اور ان کے لیے بخشش مانگا کریں اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کیا کریں، بے شک اللہ توکّل والوں سے محبت کرتا ہے۔ اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی

غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں بے سہارا چھوڑ دے تو پھر کون ایسا ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے؟ اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے‘‘۔

اللہ رب العزت نے ان آیات میں واضح فرمادیا کہ وہ کام کرو جو تمہاری ڈیوٹی ہے جبکہ اس کا انجام کار کیا ہوگا؟ کیسا ہوگا؟ یہ میرا کام ہے۔ لہذا میرا کام اپنے ہاتھ میں نہ لو۔ فرمایا: اگر اللہ تمہاری مدد فرمانے پر آجائے اور تم کسی بھی معرکہ میں ٹکراؤ تو کوئی اور غالب کیسے آسکتا ہے؟ اور اگر اللہ پاک تمہیں اپنے حال پر چھوڑ دے اور تمہارے مخالف اور دشمن لوگ غالب آجائیں تو کوئی ہے جو تمہاری مدد کر سکے۔ اسی چیز کو عارف کھڑی شریف حضرت میاں محمد بھی اپنے انداز سے یوں کہتے ہیں:

مالی دا کم پانی دینا بھر بھر مشکاں پاوے   مالک دا کم پھل پُھل لانا لاوے یا نہ لاوے

لہذا فرمایا مالی بنو خدا نہ بنو اور مالی شکوہ نہیں کرتا۔ اگر اللہ فیصلہ کرے کہ اسی معرکہ میں تمہیں غالب کرتا ہے تو کوئی بھی تمہارے سامنے نہ جم سکتا ہے اور نہ ٹھہر سکتا ہے۔ بس مومنوں کا کام اللہ پر توکل رکھنا ہے کیونکہ اللہ پر جس کا توکل قائم ہوجائے اس کو ایک اہم فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بے صبر نہیں ہوتا کیونکہ توکل، یقین سے جنم لیتا ہے اور یقین شک کی جڑوں کو کاٹ کر آتا ہے۔ جب یقین آتا ہے تو شک نہیں رہتا اور دور دور تک نہیں رہتا۔ شک بے صبری پیدا کرتا ہے۔ بے صبری بندے کا حوصلہ کمزور کرتی ہے اور بندے کو ختم کر دیتی ہے۔ شک وسوسہ لاتا ہے اور بے صبر ہونے سے بندہ حوصلہ اور ہمت ہار جاتا ہے۔ دوسری طرف یقین ہے جو شر کی جڑ کاٹتا ہے اور ایمان اور یقین کا درخت قائم کرتا ہے جب یقین آتا ہے تو یقین کے درخت پر توکل کے پھل لگتے ہیں پھر وہ اللہ پر توکل کرتا ہے اس لئے مومنوں کا کام ہے کہ وہ توکل کبھی نہ چھوڑیں کیونکہ جب توکل ہوتا ہے تو فتح نظر آتی رہتی ہے۔ لہذا اللہ کا وعدہ پورا ہوکر رہے گا۔ ہمیں کب؟ کیوں؟ اور کیسے؟ میں نہیں پڑنا ہے۔ بس ہمارا کام توکل کرنا ہے۔ پھر آل عمران کی آیت نمبر 165 میں فرمایا:

اَوَلَمَّآ اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَدۡ اَصَبۡتُمۡ مِّثۡلَيۡهَا ۙ قُلۡتُمۡ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلۡ هُوَمِنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ. (آل عمران: ۱۶۵)

’’کیا جب تمہیں ایک مصیبت آپہنچی حالاں کہ تم اس سے دو چند (دشمن کو) پہنچا چکے تھے، تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آپڑی؟ فرما دیں: یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتا ہے‘‘۔

یعنی فرمایا: کیوں پریشان ہوتے ہو۔ تم اس سے دوگنا مصیبت دشمن کو غزوہ بدر میں نہیں پہنچا چکے۔

حالانکہ وہاں تو فرشتے بھی اترتے تھے۔ اللہ کے حضور عرض کیا: باری تعالیٰ یہ میری کل پونجی ہے۔ کائنات میں اگر یہ ہار گئے تو تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اب یہ لاڈ کی بات کوئی اور کرسکتا ہے۔ کس کی جرات اللہ سے کہے کہ اگر میرے بندے اس معرکے میں ہار گئے تو تیری عبادت نہیں ہوگی۔ مگر آقا علیہ السلام نے عرض کیا اور احد میں بھی جب حالات بدل گئے تو یہاں بھی فرمایا اور غزوہ حنین میں بھی فرمایا۔ جہاں بارہ ہزار کا لشکر تھا جبکہ احد میں صرف 700 تھے۔ حنین میں دس ہزار صحابہ تھے۔ 2 ہزار عوام تھے اور فتح مکہ کے بعد حنین کی جنگ ہوئی۔ صرف 15 دن آقا علیہ السلام مکہ معظّمہ میں آرام کرسکے۔ پندرہ دنوں میں تو منصوبہ بندی بھی نہیں ہوتی۔ نیا ملک فتح کیا ہے۔ ابھی پندرہ دن گزرے تھے کہ حنین کی وادی میں ساری فوجیں جمع ہونا شروع ہوگئیں۔ خبر ملی تو لشکر لے کر چل پڑے۔ دس ہزار صحابہؓ تھے جو فتح مکہ میں آئے تھے اور فتح مکہ میں بھی آنے والے سارے اس درجے کے صحابہ نہیں تھے۔ ان میں خواص صحابہ بھی تھے۔ عوام صحابہ بھی تھے کیونکہ جس نے دیکھ کر کلمہ پڑھ لیا وہ صحابی تو بن گئے۔ اب صحابی کے Title سے پیچھے ہٹ نہیں سکتے کیونکہ جس نے دل سے کلمہ پڑھ لیا تو Title تو صحابی کا لگ گیا۔ اب اس میں سو درجے ہیں آہستہ آہستہ سنبھلنے والے بھی ہوئے اور پہلے دن سے پکے ہوئے بھی ہوئے۔ وہ دس ہزار سارے پختہ اولوالعزم صحابہ نہیں تھے۔ جب فتح مکہ کے لئے آرہے تھے تو عوام بھی ساتھ چل پڑے تھے اور جب مکہ سے چلے تو 10 ہزار تو وہ تھے اور حنین کے لئے 2 ہزار مال غنیمت کے لئے مکہ کی عوام بھی چل پڑے۔ جب عوام ساتھ چل پڑتے ہیں دیکھا دیکھی، جوش میں جذبے میں اور ابھی پکے نہیں ہوتے پھر جب ایسی صورت آتی ہے تو پھر وہ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

جیسے ہمارے ہاں بھی اللہ کی شان دیکھیں جنہوں نے پریشان ہونا تھا۔ وہ 31 اگست کی رات ہوگئے تھے مگر جو جم گئے وہ آخری دم تک ہٹے نہیں اور ڈٹے رہے۔ اللہ نے ان کو ایمان کی طاقت دی مگر جو ڈر گئے ان سے ناراض نہیں ہونا۔ کیونکہ انسان ہیں آج نہیں تو کل وہ بھی جم جائیں گے۔ زیادہ دودھ میں جاگ تھوڑی لگے تو دودھ نہیں جمتا اور دہی نہیں بنتی۔ لہذا کوئی بات نہیں آپ کو زیادہ لگ گئی آپ جم گئے۔ ابھی انہیں تھوڑی لگی تھی جب زیادہ لگ جائے گی وہ بھی جم جائیں گے۔ لہذا اٹھا کر پھینکتے نہیں ہیں جب دودھ نہیں جمتا تھا تب بھی رڑک کر پی لیتے تھے۔ یہ پھینکنے کی چیز نہیں ہوتی۔ یہ آقا علیہ السلام کی سنت ہے۔ لوگوں کو اس وقت بھی سمجھ نہیں آتی تھی لیکن آقا علیہ السلام کسی کو بھی دھتکارتے نہیں تھے۔

عظمت و شانِ اہل بیت علیہم السلام

محمد احمد طاہر

اہل بیت نبوت، خانوادہ نبوت ہے۔ اہل بیت نبوت سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کا گھرانہ ہے۔ اہل بیت نبوت کی محبت باعث تکمیل ایمان ہے۔ اہل بیت نبوت وہ مقدس ہستیاں ہیں کہ جس طرح حضور سرور کائنات ﷺ تمام انبیاء و رسل کے سردار ہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت تمام انبیاء کرام اور رسل عظام (علیہم السلام) کے اہل بیت کے سردار ہیں۔

انہی نفوس قدسیہ کی شان اقدس میں خالق کائنات اللہ سبحانہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

انما یریداللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا. (الاحزاب،۳۳:۳۳)

''بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول ﷺ کے) اہل بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک و نقص کی گرد تک) دور کردے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کردے''۔

اہل بیت کا معنی و مفہوم

لفظ اہل کا معنی ہے والا اور لفظ بیت کا مطلب ہے گھر۔ یعنی اس سے مراد ہے گھر والا یا گھر والے۔ ہمارے اردو محاورے میں بھی بیوی بچوں کو اہل خانہ یا اہل و عیال یا گھر والے کہا جاتا ہے۔

آیت تطہیر کا شان نزول

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں مختلف اقوال ہیں لیکن اکثر مفسرین کا خیال ہے اور خود حضور نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ارشاد فرمایا کہ آیت تطہیر علی، فاطمہ، حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم) کے متعلق نازل ہوئی۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

”انما یریداللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت“۔ پانچ ہستیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

قال: نزلت فی خمسة: فی رسول الله، وعلی وفاطمة، والحسن والحسین. (طبرانی، المعجم الاوسط، ۳:۳۸۰، رقم الحدیث:۳۴۵۶)

اسی طرح حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ چھ ماہ تک حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول رہا کہ جب نماز فجر کے لئے نکلتے اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ کے پاس سے گزرتے تو فرماتے:

الصلوة! یااھل البیت : (انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا)

”اے اہل بیت! نماز قائم کرو (اور پھر یہ آیت مبارکہ پڑھتے) اے اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کردے اور تم کو خوب پاک وصاف کردے“۔ (ترمذی، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۳۲۰۶)

آل فاطمہؑ اہل کساء ہیں

حضرت صفیہ بنت شیبہ روایت کرتی ہیں: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ صبح کے وقت باہر تشریف لائے درآں حالیکہ آپ ﷺ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جس پر سیاہ اون سے کجاووں کے نقش بنے ہوئے تھے۔

فجاء الحسن بن علی رضی الله عنهما فادخله، ثم جاء الحسین رضی الله عنه فدخل معه، ثم جاء ت فاطمة رضی الله عنها فادخلها، ثم جاء علی فادخله، ثم قال: انما یریدالله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا. (مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۸۳، رقم:۲۴۲۴)

”پس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے تو آپ ﷺ نے انہیں اس چادر میں داخل کرلیا پھر حضرت حسینؓ آئے تو آپ ﷺ کے ہمراہ چادر میں داخل ہوگئے، پھر سیدہ فاطمہؓ آئیں اور آپ ﷺ نے انہیں اس چادر میں داخل کرلیا، پھر حضرت علیؓ آئے تو آپ ﷺ نے انہیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: اے اہل بیت! اللہ تو چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کردے اور تم کو خوب پاک وصاف کردے“۔

محبت اہل بیت اور قرآن حکیم

اہل بیت اطہار کی محبت کا مقام اور اس کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ خود خدا نے اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرمایا:

قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی.(الشوریٰ، ۴۲:۲۳)

”فرما دیجئے: میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر میری قرابت (اور اللہ کی

قربت) سے محبت (چاہتا ہوں)''۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق حضور صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین مراد آبادیؒ اپنی تفسیر خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے اور انصار نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ذمہ مصارف بہت ہیں اور (بظاہر) مال بھی کچھ نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور حضور ﷺ کے حقوق اور احسانات یاد کر کے حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں پیش کرنے کے لئے بہت سا مال جمع کیا اور اس کو لے کر حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کی بدولت ہمیں ہدایت ملی ہم نے گمراہی سے نجات پائی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے اخراجات بہت زیادہ ہیں اس لئے ہم خدام آستانہ یہ مال آپ کی خدمت نذر کرنے کے لئے لائے ہیں۔ امید ہے آپ قبول فرما کر ہماری عزت افزائی فرمائیں گے۔

اس پر آیت مبارکہ نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے وہ اموال واپس فرمادیئے۔

محبت اہل بیت واجب کردی گئی

صاحب تفسیر کبیر حضرت امام رازیؒ اپنی تفسیر میں مندرجہ بالا آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں:

لما نزلت هذه الآية قيل يارسول الله من قرابتك هولاء الذين وجبت علينا مودتهم فقال: على وفاطمة وابناهما. (تفسیر کبیر۔ الجزء السابع والعشرون۔ ص:۱۶۶)

''جب یہ آیت (**قل لااسئلكم عليه اجرا**) نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے بارگاہ مصطفوی ﷺ میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کے وہ کون رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کردی گئی ہے تو امام الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ علی، فاطمہ اور ان کے دونوں فرزند (امام حسن و امام حسین) رضی اللہ عنہم ہیں''۔

اسی آیت کی تفسیر میں حضرت امام رازیؒ مزید رقمطراز ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

شہادت کا درجہ

من مات على حب آل محمد مات شهيدا. ''جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس نے شہادت کی موت پائی''۔

گناہوں کی بخشش

اور مزید فرمایا: **الا ومن مات على حب آل محمد مات مغفورا له.**

’’آگاہ ہوجاؤ! جوشخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ ایسا ہے کہ اس کے گناہ بخش دیئے گئے‘‘۔

توبہ کی توفیق

الا ومن مات علی حب آل محمد مات تائبا.

’’آگاہ ہوجاؤ جوشخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ گناہوں سے تائب ہوکر مرا‘‘۔

خاتمہ بالایمان

پھر فرمایا: **الا ومن مات علی حب آل محمد مات مومنا مستکمل الایمان.**

’’خبردار ہوجاؤ جوشخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہوا‘‘۔

جنت کی بشارت

اور فرمایا: **الا ومن مات علی حب آل محمد بشرہ ملک الموت بالجنة ثم منکرو نکیر.**

’’آگاہ ہوجاؤ، جو اہل بیت کی محبت میں مرا اسے حضرت عزرائیل علیہ السلام (موت کے فرشتے) اور منکر نکیر جنت کی بشارت دیں گے‘‘۔

عزت کے ساتھ جنت میں داخلہ

پھر ارشاد فرمایا: **الا ومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنة کما یزف العروس الی بیت زوجھا.**

’’آگاہ ہوجاؤ جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس کو ایسی عزت کے ساتھ جنت میں لے جایا جائے گا جیسے دلہن کو اس کا شوہر گھر لے جاتا ہے‘‘۔

قبر میں جنت کے دروازوں کا کھلنا

اور فرمایا: **الا ومن مات علی حب آل محمد فتح له فی قبرہ بابان الی الجنة.**

’’خبردار ہوجاؤ۔ جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے‘‘۔ (تفسیر کبیر الجزء السابع والعشر ون ص165-166 تفسیر کشاف، ج۳، ص467)

صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؑ سے محبت

رسول اکرم ﷺ نے ہمیشہ اپنے صحابہ کرامؓ کو اہل بیتؑ کی محبت اور تعظیم و تکریم کا درس دیا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین اور آئمہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ہمیشہ اہل بیت اطہارؓ سے محبت اور تعظیم و تکریم کرتے رہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اہل بیت سے محبت

خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے اہل بیتؓ سے اپنی محبت کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

والذی نفسی بیدہ لقرابہ رسول اللہ ﷺ احب الی ان اصل من قرابتی.

''خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھ کو اپنے اقرباء سے حضور ﷺ کے اقرباء محبوب تر ہیں''۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، عیاض بن موسیٰ، القاضی، ص ۳۸)

حضرت عمر فاروقؓ کی اہل بیت سے محبت

خلیفہ ثانی حضرت سیدنا عمر فاروقؓ بھی اپنی اولاد سے زیادہ اہل بیت اطہار سے محبت فرمایا کرتے تھے اور ہر موقع پر ان کو فوقیت دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے مال غنیمت تقسیم فرمایا۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو ہزار ہزار درہم دیئے اور اپنے فرزند ارجمند حضرت عبداللہؓ کو صرف پانچ سو درہم دیئے تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا: یا امیرالمومنین! میں حضور سید دو عالم ﷺ کے عہد مبارک میں جوان تھا اور آپ کے حضور جہاد کیا کرتا تھا۔ اس وقت حضرات حسنین کریمینؓ بچے تھے اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو ہزار ہزار درہم دیئے اور مجھے صرف پانچ سو درہم دیئے۔ آپؓ نے فرمایا: بیٹا! پہلے وہ مقام اور فضیلت تو حاصل کرو جو حضرات حسنین کریمینؓ کو حاصل ہے پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا۔ ان کے باپ حضرت علیؓ، ماں حضرت فاطمہؓ، نانا حضور ﷺ نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہؓ خاموش ہوگئے۔

(تاریخ کربلا۔ محمد امین القادری، ص 71)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اہل بیت سے محبت

حضرت عبداللہ بن حسینؓ کسی کام کی غرض سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا: اگر آئندہ آپ کو کوئی ضرورت پیش آئے تو کسی کو میرے پاس بھیج دیا کریں یا خط لکھ کر مجھے بلا لیا کریں۔ آپ کے آنے سے مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔ (الشفاء، قاضی عیاض الاندلسی، ص 39)

صلحائے امت اور اہل بیت سے محبت

اسی طرح کئی صلحائے امت کے احوال پڑھنے کے لئے معلوم ہوتا ہے وہ محبان اہل بیت تھے۔ ذیل میں چند کا ذکر حوالہ قرطاس کیا جاتا ہے۔

حضرت امام اعظمؒ کی اہل بیت سے محبت

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ اہل بیت کی بہت تعظیم کرتے تھے اور ان کی ظاہر و پوشیدہ نادار لوگوں پر خوب خرچ کرکے ان کی قربت حاصل کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ان میں سے ایک نادار آدمی کو خفیہ طور پر بارہ ہزار درہم بھجوائے اور اپنے ساتھیوں کو بھی اہل بیت کی تعظیم کا درس دیا کرتے تھے۔

حضرت امام شافعیؒ کی اہل بیت سے محبت

حضرت سیدنا امام شافعیؒ بھی اہل بیت سے بے پناہ عقیدت ومحبت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپؒ نے ایک بار فرمایا: جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں کی راہ پر چل رہے ہیں جو ہلاکت اور جہالت کے سمندر میں غرق ہیں تو میں اللہ کا نام لے کر نجات کے سفینے میں سوار ہوگیا اور وہ نجات کا سفینہ حضور سرور کائنات ﷺ کے اہل بیت ہیں۔ (الصواعق المحرقہ، احمد بن حجر الہیتمی، ص54)

ایک مرتبہ اہل بیت سے اپنی محبت کا اظہار اس طرح فرمایا:

؎ ان کان رفضا حب آل محمد فلیشھد الثقلان انی رافضی

(تفسیر کبیر، الجزء السابع والعشرون، ص166)

''اگر آل رسول ﷺ کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو دونوں جہاں گواہ رہیں کہ میں بے شک رافضی ہوں''۔

حضرت امام مالکؒ کی اہل بیت سے محبت

حضرت سیدنا امام مالکؒ کو جب عباسی حاکم جعفر بن سلیمان نے زدوکوب کیا اور کوڑوں سے آپ کے جسم مبارک کو مارنا شروع کیا تو آپ بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا تو حاضرین سے فرمایا: میں نے اس اذیت دینے والے کو معاف کردیا ہے تو لوگوں نے اس معافی کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہوا کہ اگر اسی حالت میں میری موت واقع ہوجائے اور حضور سید دوعالم ﷺ کی ملاقات ہوجائے تو مجھے اس وقت ندامت و شرمندگی نہ اٹھانی پڑے کہ میری وجہ سے حضور ﷺ کے ایک قرابت دار کو عذاب دوزخ کا مزہ چکھنا پڑے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی اہل بیت سے محبت

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبلؒ ہمیشہ اہل بیت اطہار کی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ جب کوئی اولاد اہل بیت سے ان کے پاس آتا تو اپنی جگہ سے اٹھ جاتے اور انہیں مقدم فرمایا کرتے اور خود ان کے پیچھے بیٹھتے تھے۔

(تاریخ کربلا۔ محمد امین القادری، ص73)

☆☆☆☆☆

ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

مرتبہ: ملکہ صبا

ام المومنین حضرت حفصہؓ، خلیفۃ المسلمین امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی تھیں جن کا تعلق قریش کے خاندان عدی سے تھا۔ آپ کا نسب نامہ یوں ہے: حفصہ بنت عمر فاروق بن خطّاب بن نفیل بن عبدالعزّیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرطہ بن زراح بن عدی بن کعب۔۔۔

آپ کی والدہ حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا تھیں، جو بڑی جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ عظیم المرتبت صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ حضرت حفصہؓ کے ماموں تھے اور فقیہ اسلام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ انکے حقیقی بھائی تھے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔

پہلا نکاح حضرت خنیس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ بن قیس بن عدی سے ہوا جو بنوسہم سے تھے۔ وہ دعوت حق کی ابتداء میں شرف اسلام سے بہرور ہوگئے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی انکے ساتھ ہی سعادت اندوز اسلام ہوگئیں۔ حضرت خنیس رضی اللہ عنہ سنہ ۶ بعد بعثت ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے۔ ہجرت نبوی ﷺ سے کچھ عرصہ پہلے مکہ واپس آئے اور پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے۔ وہ راہ حق کے جانباز سپاہی تھے۔ سنہ ۲ ہجری میں غزوہ بدر پیش آیا تو وہ اس میں بڑے جوش وجذبے کے ساتھ شریک ہوئے، پھر انہوں نے سنہ ۳ ہجری میں غزوہ اُحد میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے شدید زخمی ہوگئے۔ اسی حالت میں انہیں مدینہ لے جایا گیا لیکن جانبر نہ ہوسکے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں۔ جب ان کی عدت کا زمانہ پورا ہوگیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کے نکاح ثانی کی فکر ہوئی۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تخلیہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت حفصہ کا ذکر کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو حفصہؓ سے نکاح کر لینے

کیلئے کہا وہ خاموش رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزرا۔ پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اسی زمانے میں حضرت رقیّہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی لخت جگر سے نکاح کر لینے کیلئے کہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ابھی نکاح نہیں کرنا چاہتا۔ اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حالات بیان کئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حفصہ کا نکاح ایسے شخص سے کیوں نہ ہو جائے جو ابوبکر اور عثمان دونوں سے بہتر ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حفصہ کی شادی اس شخص سے ہوگی جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کا نکاح اس سے ہوگا جو حفصہ سے بہتر ہے۔''

اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا اور اپنی دوسری بیٹی حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش کے ہاں معمول سے زیادہ دیر ہوگئی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں شہد کھانے میں مصروف رہے جو کسی نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہدیہ میں بھیجا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہ تقاضائے فطرت رشک ہوا۔ چنانچہ وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں، صورت واقعہ بیان کی اور کہا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس تشریف لائیں تو ان سے کہنا۔'' یا رسول اللہ کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟''

یہ ایک لطیف اشارہ ہے۔ مغافیر ایک قسم کا پھول ہے جب شہد کی مکھی اسے چوستی ہے اس سے جو شہد بنتا ہے اس میں ذرا ناگوار سی بو ہوتی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کی بو ناپسند تھی۔ مقصد یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں سے جو شہد کھایا اسکی وجہ سے مغافیر کی بو دہن مبارک سے آتی ہے۔ حضرت حفصہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ویسا ہی کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سخت ناپسند فرمایا کہ مغافیر کی بو آپ کے دہن مبارک سے آئے۔ فرمایا:'' آئندہ میں کبھی شہد نہ کھاؤں گا۔ اس بات پر آیت تحریم نازل ہوئی:

يٰٓاَ يُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج تَبْتَغِىْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

''اے نبیؐ (مکرّم!) آپ خود کو اس چیز (یعنی شہد کے نوش کرنے) سے کیوں منع فرماتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لیے حلال فرما رکھا ہے۔ آپ اپنی ازواج کی (اس قدر) دلجوئی فرماتے ہیں، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے''۔ (التحریم:۱)

مزاج کی فطری تیزی کے باوجود حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نہایت خدا ترس تھیں اور اپنا بیشتر وقت عبادت الٰہی میں گزارتی تھیں۔ حافظ ابن البر رحمہ اللہ نے ''الاستیعاب'' میں یہ حدیث ان کی شان میں بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہے:

''وہ بہت عبادت کرنے والی، بہت روزے رکھنے والی ہیں، (اے محمّد) وہ جنّت میں بھی آپ ﷺ کی زوجہ ہیں''۔

سبحان اللہ! ان کی عبادت کی تعریف حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بھی کی۔ آپ قرآن کریم کی حافظہ تھیں اور کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتی تھیں۔ نیز آپ اکثر روزے سے رہا کرتی تھیں بلکہ یہاں تک کہ حافظ ابنِ حجر نے لکھا ہے کہ'' حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا روزے کی حالت میں فوت ہوئیں''۔

(الاصابہ صفحہ۵۶۲)

اور آپ ایسے احسن طریقے سے عبادت کیا کرتی تھیں کہ کثرت صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ ابن سعد نے ان کی عبادت کے متعلق لکھا ہے ''وہ (یعنی حفصہ رضی اللہ عنہا) صائم النہار اور قائم اللیل تھیں''۔ دوسری روایت میں ہے ''حضرت حفصہؓ انتقال کے وقت تک صائمہ تھیں'' ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نہایت عبادت گزار تھیں، وہ گوشہ نشین اور پرہیز گار خاتون تھیں اور ان کا یہ حال تھا کہ اشد ضرورت کے بغیر کبھی گھر سے باہر قدم نہیں نکالا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا زیادہ وقت عبادت میں گزرتا اگرچہ اس زمانے میں جب آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں داخل ہوئیں۔ بالکل جوان تھیں مگر آپ رضی اللہ عنہا میں بزرگوں جیسی سنجیدگی اور علماء اسلام جیسا وقار تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا زیادہ وقت تلاوت قرآن پاک میں صرف ہوتا۔ آپ اس کی باریکیوں کو سمجھتیں، ان پر غور فرماتیں اور جو نقطہ سمجھ میں نہ آتا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وضاحت طلب کرتیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سخاوت کی دولت سے بھی مالا مال تھیں جو مال آتا اسے اللہ کی راہ میں

خرچ کر کے خوشی محسوس کرتیں یہاں تک کہ اپنی جائیداد بھی وفات کے وقت اللہ عزوجل کی راہ میں صدقہ کردی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم کا خاص بندوبست فرمایا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت شفاء بنت عبداللہ عدویہ نے ان کو لکھنا سکھایا۔ امام احمد نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت شفاء نے ان کو چیونٹی کے کاٹنے کا دم بھی سکھایا۔ بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کے تمام کتابت شدہ اجزاء کو یکجا کر کے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیا۔ یہ اجزاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تا زندگی ان کے پاس رہے۔ یہ ایک عظیم الشّان شرف تھا جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دجّال کے شر سے بہت ڈرتی تھیں۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ مدینہ میں ایک شخص ابن صیاد تھا۔اس میں دجّال کی بعض علامات پائی جاتی تھیں۔ ایک دن حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو راستے میں مل گیا، انہوں نے اسکی بعض حرکتوں پر اظہار نفرت کیا۔ ابن صیاد حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا، انہوں نے اسے پیٹنا شروع کر دیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی تو بھائی سے کہنے لگیں:

”تم اس سے کیوں الجھتے ہو،تمہیں معلوم نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دجّال کے خروج کا محرّک اس کا غصہ ہوگا۔“

حضرت حفصہ نے سنہ ۵۴ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ مدینہ کے گورنر مروان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک جنازہ کو کندھا دیا۔ اسکے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میت کو قبر تک لے گئے پھر امّ المؤمنین کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور بھتیجوں نے قبر میں اتارا۔ وفات سے پہلے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو وصیّت کی کہ ان کی غابہ کی جائداد کو صدقہ کر کے وقف کر دیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا علم وفضل کے لحاظ سے بھی بڑے مرتبے پر فائز تھیں۔ ان سے ساٹھ احادیث مروی ہیں۔ ان میں چار متفق علیہ ہیں۔ چھ صحیح مسلم میں اور باقی دیگر کتب احادیث میں ہیں۔

خلیفہ سوم

امیر المومنین حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ

فریال احمد

نعمت اسلام

سیدنا عثمان غنیؓ اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن میں گھر گیا تو اپنی خالہ سعدی کو اپنے اہل خانہ کے ساتھ پایا۔ میری خالہ علم کیافہ کی ماہر تھیں مجھے دیکھتے ہی کہنے لگیں۔ اے عثمان تم کو خوشخبری اور سلامتی ہو (تین دفعہ یہ الفاظ ادا کئے) ''تُو خیر سے ملا اور شر سے محفوظ رہا۔ بخدا تو نے ایک نہایت پاکباز اور حسین عورت سے نکاح کیا تو خود بھی پاک ہے اور تیری شادی بھی پاک عورت سے ہوگی''۔

سیدنا عثمانؓ فرماتے ہیں مجھے اپنی خالہ کے ان الفاظ پر بڑا تعجب ہوا اور اسی تعجب کی حالت میں اپنی خالہ سے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا الفاظ کہے ہیں آپ کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں کیونکہ آپ نامعلوم اشیاء کا نام لے رہی ہیں اس پر میری خالہ نے جواب دیا: حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ اللہ رب العزت کے رسول اور پیغمبر ہیں اللہ کی طرف سے اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں اور اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں ان کا قول انسانیت کے لئے سراپا بہتری ہے ان کا دین فلاح کا ضامن ان کا حکم باعث نجات ہے۔ ان کے سامنے کسی کی چیخ و پکار فائدہ نہیں دیتی اگرچہ کتنی ہی تلواریں اور نیزے ان کے مقابلے چلائے جائیں۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میری خالہ کا کلام میرے دل پر اثر کر گیا اور میں سوچ میں پڑ گیا۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے میرے تعلقات بہت اچھے تھے میں۔ ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا مجھے متفکر دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے خالہ کی ساری باتیں انہیں بتائیں۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے کہا عثمان تم نہایت ذہین آدمی ہو اور حق و باطل کے فرق کو اچھی طرح سمجھتے ہو۔ تمہاری خالہ صحیح کہتی ہیں۔ محمد بن عبداللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر آپ کا کلام سنو! اللہ نے انہیں اپنا پیغام دے کر انسانیت کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ اس طرف سے گزر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک کپڑا

تھا۔ سیدنا ابوبکرؓ حضور ﷺ کو دیکھ کر اٹھے اور ان کے کان میں آہستہ سے کچھ کہا آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

اے عثمان! اللہ جنت کی دعوت دیتا ہے۔ اس کو قبول کرو۔ میں اللہ کا رسول ہوں اور ساری مخلوق کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ سیدنا عثمانؓ فرماتے ہیں کہ بخدا آپ کا کلام سنتے ہی میں ایسا بے اختیار ہوا کہ فوراً اسلام لے آیا اور گواہی دی لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمداعبدہ ورسولہ۔ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے پیارے رسول ہیں''۔

فضل و کمال

اسلام قبول کرنے کے بعد سیدنا عثمانؓ کو وہ شرف و فضیلت حاصل ہوئی جو ان کی کتاب فضائل کا درخشاں باب ہے اور جس پر وہ جتنا ناز کریں کم ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح آپؓ سے کردیا۔ ان کی وفات کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح آپؓ سے کردیا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں آپؓ کے نکاح میں آئیں اور یہ وہ شرف ہے جو پوری انسانی تاریخ میں کسی شخص کو حاصل نہیں ہوا۔ گویا یہ آپؓ کی خاص خصوصیت ہے۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک سوال کے جواب میں سیدنا عثمان بن عفانؓ کے بارے میں فرمایا یہ وہ شخص ہے جس کو ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے کھانا دے کر حضرت عثمانؓ کے گھر بھیجا۔ وہ اپنی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ میں نے ان دونوں سے اچھا اور خوبصورت جوڑا اور کوئی نہیں دیکھا۔ کبھی میں حضرت عثمانؓ اور کبھی حضرت رقیہؓ کو دیکھتا تھا حضور ﷺ نے پوچھا اے اسامہ! کیا تم نے کبھی ان سے خوبصورت جوڑا دیکھا۔ میں نے عرض کیا آقا علیہ السلام نہیں دیکھا۔

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آسمان سے ایک ترازو اتاری گی ایک پلڑے میں مجھے رکھا گیا اور دوسرے پلڑے میں میری ساری امت رکھی گئی اور وزن کیا گیا تو میں پوری امت کے برابر رہا پھر ابوبکرؓ کو ایک پلڑے میں رکھا گیا اور باقی دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو ابوبکرؓ میری امت کے برابر رہے پھر عمرؓ کو ایک پلڑے میں اور دوسرے میں باقی ساری امت کو تو عمرؓ میری امت کے برابر رہے پھر چوتھی مرتبہ آقاؐ نے ارشاد فرمایا پھر عثمانؓ کو ایک پلڑے میں اور باقی امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو عثمانؓ میرے امت کے برابر رہے۔

حضرت عثمانؓ اور جمع و تدوین قرآن

حضرت حذیفہؓ آذربائیجان اور آرمینیہ کی جنگ میں شریک تھے تو وہاں انہوں نے اختلاف قرآن کا

ہولناک منظر دیکھا تو پریشان ہوگئے کہ وہ لوگ اپنے اپنے آبائی لہجے میں قرآن کی تلاوت کررہے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگے امیرالمومنین! خدارا امت کی خبر لیجئے۔ قبل اس کے کہ قرآن مجید سے متعلق اختلافات اتنے شدید ہوجائیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلافات ہیں۔ ظاہر ہے اتنا عظیم الشان کام خود اپنی رائے سے انجام دینے کی جسارت نہیں کرسکتے تھے۔ لہذا آپؓ نے صحابہ کی مجلس شوریٰ طلب کی اور متفقہ طور پر اس کی تائید کردی تو قرآن مجید کا ایک نسخہ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں مرتب ہوا تھا اور اب ام المومنین حضرت حفصہؓ کی ملکیت میں تھا حضرت عثمانؓ نے وہ نسخہ ام المومنین سے لے لیا اور مجلس شوریٰ جو مرتب فرمائی ان میں حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عمر بن العاصؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن الحارثؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ موجود تھے کو سپرد کردیا تاکہ اس نسخہ کو بنیاد بناکر قرآن مجید کا ایک نہایت مستند مجموعہ قرأتِ قریش پر تیار کریں جب یہ مجموعہ تیار ہوگیا تو حضرت حفصہؓ کا نسخہ واپس کردیا گیا اور یہ مجموعہ جس کا نام مصحف عثمانی کہلایا۔ اس کی متعدد نقلیں تیار کروا کے انہیں مختلف شہروں میں بھیج دیا گیا کہ اسی کو مستند مانا جائے اور اسی کے مطابق قرات اور کتابت کی جائے۔

حضرت عثمانؓ اور جمعہ کے دن دوسری اذان

سیدنا عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت سے قبل جمعہ کی نماز میں ایک اذان اور ایک اقامت ہوتی تھی آپ کے عہد خلافت میں آبادی کی کثرت ہوگئی اور مدینہ طیبہ کے مکانات دور دور تک پھیل گئے تو آپؓ نے مقام زوراء میں ایک اور اذان کا اضافہ کردیا اور تمام صحابہ نے اس بارے میں ان سے اتفاق کیا۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ مسجد تنگ ہے کیونکہ نمازیوں کی تعداد بڑھ رہی تھی۔ مسجد کے پڑوس میں ایک شخص کا مکان تھا آپؐ کی خواہش تھی کہ اس مکان کو خرید کر مسجد میں شامل کرلیا جائے چنانچہ ایک روز آپؐ نے اپنے خطبہ میں صحابہ کرامؓ کو ترغیب دی اور جنت کا وعدہ فرمایا جس پر سیدنا عثمان غنیؓ بیس یا پچیس ہزار درہم میں وہ مکان خرید لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی آقاؐ بہت خوش ہوئے اور جنت کی خوشخبری دی۔

سیدنا عثمان غنیؓ نے اس میں مزید توسیع کی اور سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا وہ مکان جس کا دروازہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں آنے جانے کے لئے کھلا رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی خرید کر مسجد نبوی میں مزید توسیع فرمائی اور چونا اور منقش پتھروں سے بڑے خوبصورت انداز میں تعمیر فرمایا۔

حضرت عثمانؓ پر اعتماد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عثمانؓ کو مسلمانوں کی طرف سے سفیر بنا کر بھیجا

گیا تو صحابہ کرامؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے کہا کہ عثمان کتنے خوش نصیب ہیں کہ انہوں نے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کی اور احرام کھول لیا ہوگا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **ماکان لفیعل.** ''عثمان میرے بغیر ایسا ہرگز نہیں کریں گے''۔ چنانچہ جب سیدنا عثمان غنیؓ واپس تشریف لائے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: عثمان! کیا تم نے بیت اللہ کا طواف کیا؟ محبّ رسول ﷺ نے آبدیدہ عرض کیا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں بیت اللہ کا طواف کروں جبکہ رسول اللہ ﷺ طواف نہ فرمائیں۔

اہم خصوصیات

جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ پر عرصہ حیات تنگ کردیا اور گھر میں محصور تھے تو آپؓ باغیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا میری دس خصوصیات میرا رب ہی جانتا ہے مگر آج تم ان کا بھی لحاظ نہیں کرتے ہو۔

۱۔ میں دائرہ اسلام میں داخل ہونے والا چوتھا مسلمان ہوں۔

۲۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے میرے نکاح میں دی ہیں۔

۳۔ میں نے پوری زندگی کبھی گانا نہیں سنا۔ ۴۔ میں نے کبھی برائی کی خواہش نہیں کی۔

۵۔ جس ہاتھ سے آنحضرت ﷺ سے بیعت کی اس ہاتھ کو آج تک نجاست سے دور رکھا۔

۶۔ جب سے اسلام لایا کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرا کہ میں نے غلام آزاد نہ کیا ہو یا بعد میں اس کی تمنا نہ کی ہو۔

۷۔ میں کبھی لہو ولعب میں مشغول نہیں ہوا۔ عہد جاہلیت اور عہد اسلام میں کبھی زنا نہیں کیا۔

۸۔ زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں کبھی چوری نہیں کی۔

۹۔ میں نے عہد رسالتؐ میں پورا قرآن پاک حفظ کیا۔

شہادت

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں: عثمانؓ اپنے گھر میں محصور تھے میں سلام عرض کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ کے گھر کے اندر گیا تو آپؓ نے فرمایا خوش آمدید! میرے بھائی میں نے آج رات حضور ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا اے عثمانؓ! ان لوگوں نے تمہارا محاصرہ کررکھا ہے۔ میں نے کہا جی آقاؐ۔ فرمایا: انہوں نے تمہیں پیاسا رکھا ہوا ہے۔ میں نے کہا جی۔ پھر حضور ﷺ نے پانی کا ایک ڈول لٹکایا جس میں نے خوب سیر ہوکر پانی پیا اور اب بھی میں اس کی ٹھنڈک اپنے سینے اور کندھے کے درمیان محسوس کررہا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اللہ کی طرف سے تمہاری مدد کی جائے اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس افطار کرلو۔ میں نے ان دو باتوں سے افطار کو اختیار کرلیا چنانچہ اسی دن آپؓ کو شہید کردیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جرأت و شجاعت کی داستان
حضرت سیدہ زینب کبریٰ رض

نگہت نسیم

مختلف مسالک کی دنیا میں یہ ایک غلط مفروضہ قائم ہو چکا ہے کہ خانوادہ اہلبیت اور خاص طور پر کربلا کے شہدا اور مقتدر شخصیات کے بارے میں سب سے زیادہ علم یا عشق ومحبت کسی ایک مخصوص فرقے کو یا مسلک کو حاصل ہے۔

میں نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اور پرورش پائی اس میں کم از کم میں نے اس فرق کو کبھی محسوس نہیں کیا۔ محبت اور عشق دراصل ایک رویہ ہے لیکن اس بات سے انکار ناممکن ہے کہ دنیا بھر میں عشق اور محبت کا ایک ہی رنگ اور ایک ہی ڈھنگ ہے۔ انسانوں سے محبت سے قطع نظر اپنے رب سے بھی محبت کے کتنے ہی انداز ہیں اور میری نظر میں کوئی انداز بھی غلط نہیں۔

یہی سوچ کر میں اپنی استطاعت اور علمی و دینی علوم کی کمی سے واقف ہونے کے باوجود کربلا کی اس شیر دل خاتون اور ثانیٔ بنت رسول پر قلم اٹھانے کی جرآت کی ہے جو صرف مسلم خواتین کے لیئے ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کی حُریت پسند خواتین کے لیئے ایک مینارہ نور ہیں۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی حیات طیبہ کو دیکھتے ہیں تو سیدہ زینب سلام اللہ علیہا ایک فرد نہیں بلکہ اپنے مقدس وجود میں ایک عظیم کائنات سمیٹے ہوئے ہیں۔ ایک ایسی عظیم کائنات جس میں عقل و شعور کی شمعیں اپنی مقدس کرنوں سے کاشانہ انسانیت کے در و بام کو روشن کئے ہوئے ہیں اور جس کے مینار عظمت پر کردار سازی کا ایسا پرچم لہراتا ہوا نظر آتا ہے کہ بی بی زینب کے مقدس وجود میں دنیائے بشریت کی وہ تمام عظمتیں اور پاکیزہ رفعتیں سمٹ کر ایک مشعل راہ بن جاتیں ہیں۔

عورتوں کی فطری ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور بنی آدم علیہ السلام کو حقیقت کی پاکیزہ راہ دکھانے میں

جہاں مریم و آسیہ و ہاجرہ و خدیجہ و عایشہ اور طیبہ وطاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہم جیسی عظیم شخصیات اپنے مقدس کردار کی روشنی میں ہمیشہ جبین تاریخ کی زینت بن کر نمونہ عمل ہیں وہاں جناب زینب سلام اللہ بھی اپنے عظیم باپ کی زینت بنکر انقلاب کربلا کا پرچم اٹھائے ہوئے آواز حق و باطل، سچ اور جھوٹ، ایمان و کفر اور عدل وظلم کے درمیان حد فاصل کے طور پر پہچانی جاتی ہیں۔

آغاز میں ہی ایک بات کی وضاحت کرتی چلوں جو عام مسلمانوں نے شاید جاننے کی کوشش بھی نہیں کی کہ امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہ کی تینوں صاحبزادیوں کا نام زینب ہی تھا جو دراصل ''زین اب'' یعنی والد کی زینت اور فخر ہے

کربلا کی شیر دل خاتون زینب کبریٰ ہیں جو عقیلہ بنی ہاشم کہلاتی ہیں۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے کربلا کی سرزمین پر وہ مقام حاصل کیا جس کی سرحدیں دائرہ امکان میں آنے والے ہر کمال سے آگے نکل گئیں اور حضرت زینب کی شخصیت تاریخ بشریت کی کردار ساز ہستیوں میں ایک عظیم اور منفرد مثال بن گئیں۔

سیدہ زینب کی ولادت اور سرکار دو عالم ﷺ کی سرشاری

حضرت زینب سلام اللہ علیہا امام علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی بیٹی یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی تھیں۔ وہ 5 جمادی الاول 6ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئیں۔

سیدہؑ کی پیدائش پر پورے مدینہ میں سرور و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ان کی عزیز بیٹی حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی آغوش میں ایک چاند کا ٹکڑا اتر آیا تھا۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں تھے۔ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ نے بیٹی کو آغوش میں لیا ایک کان میں اذان اور ایک میں اقامت کہی اور دیر تک سینے سے لگائے ٹہلتے رہے۔

حضرت مولا علیؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے منتظر تھے تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نواسی کا نام منتخب فرمائیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا ہمیشہ سے یہ معمول تھا کہ جب بھی کہیں جاتے تو اپنی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا کو سلام کرکے رخصت ہوتے تھے اور جب بھی کہیں سے واپس ہوتے تو سب سے پہلے سیدہؑ کو آکر سلام کرتے اور بیٹی سے ملاقات کے بعد کہیں اور جاتے تھے۔

حسب معمول جیسے ہی سفر سے واپس تشریف لائے سب سے پہلے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر

میں داخل ہوئے تو اہل خانہ نے نومولود کی مبارک باد پیش کی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر سب تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہ نے بیٹی کو ماں کی آغوش سے لے کر نانا کی آغوش میں دے دیا۔ روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیار کیا اور کچھ دیر تامل کے بعد فرمایا: خدا نے اس بچی کا نام " زینب " منتخب کیا ہے۔

زینب کے معنی ھیں باپ کی زینت جس طرح عربی زبان میں " زین " معنی زینت اور "اب" معنی باپ کے ہیں یعنی باپ کی زینت ہیں۔ حضور اقدس نے جناب سیدہ زینبؑ کو اپنے سینہ اقدس سے لگالیا اور اپنا رخسار مبارک زینب بنت علیؑ کے رخسار مبارک پر رکھا تو آنکھوں میں آنسو آگئے کیونکہ آقا دو عالم ﷺ جناب سیدہ زینب پر آنے والے مصائب سے آگاہ تھے۔

نشوونما

سیدہ زینب کا بچپن فضیلتوں کے ایسے پاکیزہ ماحول میں گذرا جو اپنی تمام جہتوں سے کمالات میں گھرا ہوا تھا جس کی طفولیت پر نبوت و امامت کا سایہ ہر وقت موجود تھا اور اس پر ہر سمت نورانی اقدار محیط تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی روحانی عنایتوں سے نوازا اور اپنے اخلاق کریمہ سے زینب کی فکری تربیت کی بنیادیں مضبوط و مستحکم کیں۔

نبوت کے بعد امامت کے وارث مولائے کائنات نے انھیں علم وحکمت کی غذا سے سیر کیا، عصمت کبریٰ فاطمہ زہراء نے انہیں ایسی فضیلتوں اور کمالات کے ساتھ پرورش فرمائی کہ جناب زینب تطہیر وتزکیہ نفس کی تصویر بن گئیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ حسنین کریمین نے انھیں بچپن ہی سے اپنی شفقت آمیز ہمّ عصری کا شرف بخشا جو زینبؑ کے پاکیزہ تربیت کی وہ پختہ بنیادیں بنیں جن سے اس مخدومہ اعلیٰ کا عہد طفولیت ایک روشن مثال بن گیا۔

شعوری اورفکری تربیت

فضیلتوں اور کرامتوں سے معمور گھر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہ و حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی مانند عظیم ہستیوں کے دامن میں زندگی بسر کرنے والی حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا وجود تاریخ بشریت کا ایک غیر معمولی کردار بن گیا ہے کیونکہ اپنی بے مثل ذکاوت سے کام اور علم ومعرفت کی کرنیں سمیٹ کر وہ خود اخلاق وکمالات کی درخشاں قندیل بن گئیں۔

جب بھی ہم جناب زینب سلام اللہ علیہا کی تاریخ حیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے معنوی کمالات کی تجلیاں، جو زندگی کے مختلف شعبوں پر محیط نظر آتی ہیں، آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہیں۔ چاہے وہ اپنی ماں کی آغوش میں ہنستی اور مسکراتی تین چار ماہ کی ایک معصوم بچی ہو۔ چاہے وہ کوفہ میں خلیفہ وقت کی بیٹی کی حیثیت سے خواتین اسلام کے درمیان اپنے علمی دروس کے ذریعہ علم و معرفت کے موتی نچھاور کرنے والی ہو یا کربلا کے خون آشام معرکے میں اپنے بھائی امام حسین کے ساتھ شریک و پشت پناہ ، فاتح کوفہ و شام ہو، ہرجگہ اور ہر منزل میں اپنے وجود اور اپنے زریں کردار و عمل کے لحاظ سے منفرد اور لاثانی نظر آتی ہے۔

روایت کے مطابق حضرت زینب سلام اللہ علیہا ابھی چار سال کی بھی نہیں ہوئی تھیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ ایک ضرورتمند کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے اور حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے اپنے مہمان کے لئے کھانے کی فرمائش کی، انہوں نے عرض کی یا اباالحسن ! اس وقت گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے صرف مختصر سی غذا ہے جو میں نے زینبؑ کے لئے رکھ چھوڑی ہے۔ یہ سن کر بیٹی زینبؑ نے مسکراتے ہوئے کہا : مادر گرامی، میرا کھانا بابا کے مہمان کو کھلا دیجئے، میں بعد میں کھالوں گی۔ یہ سن کر ماں نے بیٹی کو سینے سے لگالیا اور باپ کی آنکھوں میں مسرت وفرحت کی کرنیں بکھر گئیں اور فرمایا: " تم واقعتاً زینب ہو "۔

سیدہ زینبؑ کو بھی بچپن میں ہی اپنے نانا محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سایہ رحمت اور پھر چند ہی ماہ بعد اپنی عظیم ماں کی مادرانہ شفقت سے محروم ہونا پڑا لیکن زمانے کے ان حادثوں نے مستقبل کے عظیم فرائض کی ادائیگی کے لئے پانچ سالہ زینب کے حوصلوں کو اور زیادہ قوی و مستحکم کر دیا۔

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی رحلت کے بعد تمام خانگی امور کے علاوہ خواتین اسلام کی تہذیب و تربیت کی ذمہ داریوں کو اس طرح اپنے کاندھوں پر سنبھال لیا کہ تاریخ آپ کو " ثانی زہراء" اور " عقیلہ بنی ہاشم " جیسے خطاب عطا کرنے پر مجبور ہوگئی۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے نبوت و امامت کے بوستان علم و دانش سے معرفت وحکمت کے پھول اس طرح اپنے دامن میں سمیٹ لئے تھے کہ آپ نے احادیث کی روایت اور تفسیر قرآن کے لئے مدینہ اور اس کے بعد اپنے والد گرامی حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ کے دور خلافت میں کوفہ کے اندر، با قاعدہ مدرسہ کھول رکھا تھا جہاں خواتین کی ایک بڑی تعداد اسلامی علوم و معارف کی تعلیم حاصل کرتی تھی۔ سیدہ زینبؑ نے اپنے زمانے کی عورتوں کے لئے تعلیم و تربیت کا ایک وسیع دسترخوان بچھا رکھا تھا جہاں بہت سی خواتین آئیں اور اعلی علمی و عملی مراتب پر فائز ہوئیں۔ ☆☆☆☆☆

قرآن کے بارے میں بنیادی تصورات

ڈاکٹر ابوالحسن الازہری

قرآن امت مسلمہ کے لئے ایک برہان ہے اورحق و باطل کے درمیان ایک کھلا فرقان ہے اورکل عالم انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے ایک روشن جہاں ہے۔قرآن میں باری تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق یوں بیان کیا ہے:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا. (الفرقان، ۲۵: ۳۰)

''اور رسولِ (اکرم ﷺ) عرض کریں گے: اے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو بالکل ہی چھوڑ رکھا تھا''۔

یہ آیت کریمہ ہمیں اس جانب متوجہ کرتی ہے کہ قرآن کے ساتھ ہمارا تعلق دائمی ہو، قرآن ہماری زندگیوں میں ہمیشہ رہے۔قرآن سے ہمارا تعلق کمزور نہ ہو، قرآن ہمارے عمل کو روشن کرے اور قرآن ہمارے قول کے لئے رہبر بنے اور ہماری زندگی کا مقصد قرآن کی تعلیمات سے ہٹ کر نہ ہو۔

اس تناظر میں ہم مہجور بالقرآن ہونے سے کیسے بچ سکتے ہیں اور ہم اتحاد بالقرآن کا عمل کس طرح اختیار کرسکتے ہیں۔ اس حوالے سے سب سے پہلے ہمیں قرآن کے بارے میں تین تصورات کو اپنا عقیدہ اور ایمان بنانا ہے۔

پہلا تصور: قرآن منزل من اللہ ہے

قرآن وہ کتاب ہے جو اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ یہ کسی انسان کی کتاب نہیں ہے۔ اس کو نازل کرنے والا اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ یہ اسی کا کلام ہے، اس کے الفاظ منزل من اللہ ہیں۔ اس کے معانی منزل من اللہ ہیں، اس کے الفاظ و معانی سب الہامی ہیں۔قرآن اپنے اس دعویٰ پر کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔اس پر خود ہی دلائل فراہم کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وانه لتنزيل رب العالمين. (الشعراء: ۱۹۲) اور بے شک یہ قرآن رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔

وہ رب جو کائنات میں سب کو پالنے والا ہے سب کی پرورش کرنے والا ہے۔ سارے جہانوں کا پالن ہار ہے۔ سب کی افزائش کرنے والا ہے، سب کا مالک ہے اور سب کا رازق ہے۔ ''وانہ لتنزیل'' اسی نے اس قرآن کو نازل کہا ہے۔

اب اگر کسی انسان کے ذہن میں ذرہ برابر بھی شک آسکتا تھا، یا کسی قسم کا وہم اس کے ذہن میں پیدا ہوسکتا تھا یا کسی قسم کا گمان اس کے ذہن میں قرار پکڑ سکتا تھا، یا کوئی تصور اس کے ذہن کو دھندلا سکتا تھا اس کا بھی قلع قمع کرتے ہوئے اور شک دریب کی ہر چیز کو کاٹتے ہوئے اور شک دریب کی جملہ صورتوں کو قطع کرتے ہوئے کل عالم انسانیت کو چیلنج کرتے ہوئے قرآن اپنے منزل من اللہ ہونے کا اعلان یوں کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (السجدہ: ۲)

یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔

گویا اس قرآن کا منزل من اللہ ہونا ایک حقیقت ثانیہ ہے اور ایک حقیقت قاطعہ ہے اور ایک حقیقت مسلمہ ہے۔ ان صریحی آیات نے قرآن کے مبدا اور محل کا تعین کردیا ہے اور ان واضح نصوص نے قرآن کا تعارف منزل من اللہ ہونے ایسا کرایا ہے کہ اس تصور کے علاوہ بقیہ تمام تصورات کا اور تمام امکانات کا اور تمام تخیلات کا اور تمام نظریات کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ کردیا ہے اور یوں قرآن کا ایک ہی تعارف ٹھہرایا۔

وانہ لتنزیل رب العالمین۔ یہ منزل من اللہ ہے اور منزل من رب العالمین ہے۔

قرآن کی زبان

اب ذہن میں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ درست ہے کہ یہ قرآن منزل من اللہ ہے، قرآن کی بابت یہی تصور صحیح ہے مگر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ قرآن کلام ہے اور کلام الفاظ و معانی کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ یہ کلام قرآن کس زبان میں نازل ہوا ہے۔ کیا ایسا تو نہیں کہ دیگر صحائف اور الہامی کتب کی طرح قرآن فقط معانی کی صورت میں نازل ہوا ہو۔ الفاظ منزل من اللہ نہ ہوں۔ جیسا کہ دیگر الہامی کتابوں کے بارے میں یہ تصور موجود تھا۔ باری تعالیٰ نے اس تصور کو سورہ الشوریٰ میں واضح کردیا ہے کہ قرآن الفاظ اور معانی دونوں کے اعتبارات سے اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا . (الشوریٰ:۷)

اور اے حبیب اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی زبان میں قرآن کی وحی کی ہے۔

قرآن کا عربی زبان میں نزول

اس آیت کریمہ کے یہ الفاظ قرآناً عربیاً اس امر کو ثابت کررہے ہیں کہ قرآن کو عربی زبان میں نازل

کیا گیا ہے۔ لفظ عربی الفاظ کی صفت ہے۔ عربی کا لفظ کلام و معنی کا صفت نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا اور قرآن کا نزول بیک وقت الفاظ و معانی دونوں کی صورت میں ہوا ہے۔

اس لئے صحابہ کرام جو عربی زبان کو خوب سمجھتے تھے عربی ان کی مادری زبان تھی۔ باری تعالیٰ نے قرآن کو ان مادری زبان میں اس لئے نازل کیا تا کہ وہ قرآن کو خوب سمجھ سکیں اس لئے اسلام کا آفتاب مکہ میں طلوع ہو رہا تھا اسلئے عربی الفاظ کو سمجھنا ان کے لئے چنداں مشکل نہ تھا، لیکن چونکہ قرآن کے معانی بھی منزل من اللہ تھے اس لئے وہ صاحب زبان ہوکر بھی قرآن کے ان الفاظ کا وہ معنی از خود نہ سمجھ سکتے تھے جو اللہ اور اس کے رسول کی منشا تھی۔ یہی وجہ ہے جب قرآن حکیم میں نماز کا حکم آیا۔

اقیموا الصلوۃ. نماز قائم کرو۔

اقیموا الصلوۃ کا معنی صحابہ کرام عربی زبان کے اعتبار سے سمجھ گئے تھے۔ اقیموا اور الصلوۃ کے متعدد معانی تھے۔ ان معانی میں سے کونسا معنی منشاء ایزدی تھا۔ یہ معلوم نہ تھا اس لئے صحابہ کرامؓ اس حکم کے نزول کے بعد رسول اللہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا یارسول اللہ نماز کیسے ادا کریں۔

رسول اللہ ﷺ کے عمل سے قرآن کے معنی کا تعین

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

صلوا کما رأیتمونی اصلی. نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھو۔

اب رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل صلوٰۃ درحقیقت معنی صلوٰۃ کا تعین تھا۔ اللہ رب العزت کی منشاء اقیموا الصلوۃ سے یہ عمل صلوٰۃ ہے جو میں تمہارے سامنے کررہا ہوں اگرتم اس طرح نماز ادا کرو تو یہی عمل صلوٰۃ ہی معنی صلوٰۃ ہے۔ گویا اقیموا الصلوۃ کا معنی رسول اللہ ﷺ نے ازخود اپنے عمل سے مقرر کردیا ہے۔ اب اگر کوئی کتنا بڑا ہی اہل زبان ہو عربی کا بہت بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو حتی کہ عربی زبان میں ایک اتھارٹی ہی کیوں نہ ہو اگر وہ اپنی طرف سے اقیمو الصلوۃ کا معنی متعین کرنا چاہے اور اس معنی کی تعین کے بعد اس کی تائید میں سینکڑوں لغات کا حوالہ دے، ہزاروں تفسیرات کا حوالہ دے، ان سب کا حوالہ صلوٰۃ کے معنی کو متعین کرنے کے حوالے سے کارگر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ قرآن الفاظ اور معانی دونوں اعتبارات سے منزل من اللہ ہے۔ لفظ تو ہمارے سامنے ہے اقیموا الصلوۃ مگر اس سے باری تعالیٰ نے کس معنی کا ارادہ کیا ہے۔ یہ معنی اللہ کا رسول ﷺ ہی وحی کے ذریعے جان سکتا ہے۔

گویا اقیموا الصلوۃ کا معنی عربی دانی کے ذریعے نہیں بلکہ وحی الٰہی کے ذریعے جانا جائے گا۔ اس لئے

ان لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے جنہوں نے اقیموا الصلوۃ کا معنی عربی لغات کے ذریعے متعین کیا ہے۔

قرآن سمجھنے کے لئے اترا ہے

اسی طرح قرآن ایک اور مقام پر واضح کرتا ہے کہ قرآن عربی میں نازل کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ. (یوسف: ۲)

''بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا تا کہ تم سمجھ سکو''۔

قرآن کے سب سے پہلے مخاطب ابن عرب تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت عرب میں ہوئی۔ قرآن اس سرزمین میں نازل ہوتا ہے وہ جو زبان بولتے تھے اور سمجھتے تھے اور جس زبان کو وہ جانتے تھے اور جس زبان کے ادراک میں ان کو کوئی مشکل درپیش نہ تھی۔ وہ ان کی مادری اور ماں بولی زبان ''عربی'' تھی۔ باری تعالیٰ نے اپنے قرآن کو اور اپنے کلام کو اس زبان میں نازل کیا تا کہ وہ ''لعلکم تعقلون'' کا پیکر بن سکیں۔ تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ قرآن کو سمجھ سکیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ قرآن کو جان سکیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ قرآن کو جان کر اس پر عمل کرسکیں۔ وہ قرآن کو جان کر اپنی زندگیوں کو قرآن کے مطابق ڈھال سکیں۔ وہ اپنی زندگیوں میں منشاء الٰہی اور رضائے الٰہی کو جان سکیں اور اللہ اور رسول کی اطاعت میں اپنی زندگیاں بسر کرسکیں۔ اس لئے فرمایا ہم نے تمہیں یہ قرآن عربی میں دیا ہے۔ اب یہ تمہاری اپنی زبان ہے اس بناء پر اس قرآن کو خوب سمجھو، کیونکہ سمجھنے اور خوب سمجھنے سے انسان کی سوچ بنتی ہے اور یہی سوچ ہی عمل کا مبداء اور منتہاء بنتی ہے اور یہی سوچ ہی عمل کا نتیجہ بنتی ہے۔

عربی زبان کا فروغ اہل عرب کی ذمہ داری ہے

اہل عرب کی براہ راست ذمہ داری ''لعلکم تعقلون'' قرآن سمجھنے کی تھی اور بالواسطہ ذمہ داری بھی قرآن سمجھانے کی تھی اور عربی نہ جاننے والوں کو عربی زبان سکھانے کی بھی تھی۔ کاش اہل عرب اپنی تیل کی بے حساب دولت کا کچھ حصہ عربی زبان کے فروغ کے لئے مختص کرتے بطور خاص اہل عجم کے ہاں عربی زبان سکھانے کے لئے معلمین بھجواتے اور عربی زبان کے فہم کے لئے وسائل فراہم کرتے اور یوں وہ قرآنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوتے اس لئے کہ باری تعالیٰ نے ان کو اقوام عالم میں یہ اعزاز بخشا ہے۔ ان کی زبان کو اپنے کلام سے مشرف کیا ہے۔ اس بناء پر یہ عربی زبان اب صرف اہل عرب ہی کی زبان نہیں بلکہ قرآن کی بھی زبان ہے۔ قرآن کی زبان ہونے سے ہی یہ آفاقی اور ابدی زبان بن گئی ہے۔ قرآن کی زبان ہونے سے ہی یہ زندہ و جاوید زبان بن گئی ہے۔

قرآن عربی مبین میں نازل ہوا ہے

سورہ الشعراء میں فرمایا گیا اس قرآن کو ’’بلسان عربی مبین‘‘ روشن عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ ان الفاظ وکلمات کے ذریعے یہ حقیقت بھی قرآن کے نزول کے حوالے سے مکمل ہوگئی کہ قرآن کس زبان میں نازل ہوا ہے۔ ’’بلسان عربی مبین‘‘ کے کلمات نے مہر تصدیق ثبت کردی ہے کہ قرآن کا نزول سراسر عربی زبان میں ہوا ہے اور وہ عربی زبان جو واضح ہی واضح ہے۔ وہ عربی کلمات جو صریح ہی صریح ہیں۔ وہ عربی الفاظ جو اپنے معنی و مفہوم میں مبین و روشن ہیں۔ قرآن اس عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ قرآن میں کوئی لفظ مہمل نہیں۔ قرآن میں کوئی لفظ بے معنی نہیں، قرآن کا کوئی حرف بے جا نہیں، قرآن کا کوئی کلمہ معنی سے خالی نہیں، قرآن کا ہر ہر کلمہ اپنے اندر معنویت رکھتا ہے۔ قرآن کا سارا کلام اپنے اندر ایک جاذبیت رکھتا ہے۔

قرآن کا نزول قلب مصطفیٰ ﷺ پر ہوا ہے

قرآن نے اس تصور کو بھی واضح کیا ہے، اس قرآن کو ہم نے کہاں نازل کیا ہے؟، ہم نے اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل نہیں کیا، خانہ کعبہ کی چھت پر نازل نہیں کیا، لکھے لکھائے کچھ لوائح نہیں اتارے بلکہ اس قرآن کو روح الامین حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے لے کر آئے ہیں اور اللہ رب العزت نے اس قرآن کو جبرائیل امین علیہ السلام کے ذریعے آپ ﷺ کے قلب انور پر نازل کیا ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ. عَلٰى قَلْبِكَ . (الشعراء، ۱۹۳.۱۹۵)

’’اس قرآن کو روح الامین جبرائیل آپ کے دل پر لے کر اترے‘‘۔

قرآن حکیم کے بارے دوسرا تصور یہی ہم نے قائم کرنا ہے۔ اس قرآن میں جو کچھ ہے وہ لاریب ہے اور حق ہی حق ہے جو قرآن کے حق سے متصادم ہے وہ باطل ہے۔ وہ نظریہ جو قرآن کی نص کے خلاف ہے وہ باطل ہے۔ وہ تصور جو قرآنی آیات کے خلاف ہے وہ باطل ہے۔ وہ فکر جو قرآنی تعلیمات کے منافی ہے وہ باطل ہے۔

دوسرا تصور۔۔قرآن کی تعلیمات حق ہیں

اس کتاب کا ’’لاریب فیہ‘‘ اور ’’ھوالحق من ربھم‘‘ کا معنی ہی یہی ہے یہ کتاب اپنے تصورات و اعتقادات میں لاریب ہے اور یہ کتاب اپنی تمام تر تعلیمات میں حق ہی حق ہے۔ اس لئے کہ باری تعالیٰ نے سورہ محمد ﷺ میں ارشاد فرمایا:

وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ . (محمد: ۲)

’’جو کچھ حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا وہ اس پر ایمان لائے یہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے‘‘۔

قرآن حکیم کا یہ اسلوب ’’وھوالحق من ربھم‘‘۔ حصر پر مبنی ہے جو اس بات کو واضح کررہا ہے کہ حق صرف

اور صرف یہی ہے کہ جو کچھ آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے وہی صرف اور صرف حق ہے۔ حق قرآن ہے اور حق رسول اللہ کی سنت ہے اور اسلام کی ساری تعلیمات حق ہی حق ہیں۔ جو تصورات و اعتقادات اور نظریات و افکارات قرآن سے متصادم ہیں اور قرآن و سنت سے متضاد ہیں وہ باطل ہی باطل ہیں۔ اس لئے یہ قرآن

اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنۡ رَّبِّکَ بِالۡحَقِّ . (الانعام: ۱۱۴)

''بے شک یہ قرآن تیرے رب کی طرف حق کے ساتھ نازل کیا گیا ہے''۔

قرآن کی پیروی ہی حق ہے، رسول اللہ کی پیروی ہی حق ہے۔ ''انعمت علیہم'' کی پیروی ہی حق ہے۔ انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین کی پیروی ہی حق ہے۔

حق کی پیروی ایک مسلمان کی شناخت ہے

ایک مسلمان کی زندگی حق کی علامت ہے۔ حق اس کی زبان سے ظاہر ہوتا ہے۔ حق اس کی زندگی میں اس کا عمل بنتا ہے۔ حق اس کی زندگی میں اس کی شناخت بنتا ہے۔ حق اس کی زندگی میں اس کا کردار بنتا ہے۔ حق اس کی زندگی میں اس کا تشخص بنتا ہے۔ حق سے انسانی کردار جنم لیتا ہے۔ حق سے مومنانہ کردار ظہور پذیر ہوتا ہے۔ حق نفع بخش ہے۔ حق انسان پروری کا نام ہے۔ حق خدا طلبی کا نام ہے۔ حق معرفت کا نام ہے۔ حق اللہ کی رضا کا نام ہے۔ حق رسولؐ کی کامل اتباع کا نام ہے۔ حق قرآن سے ہے۔ قرآن کا ایک ایک کلمہ، ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف حق ہی حق ہے۔ قرآن کی تعلیمات حق ہی حق ہیں۔ باری تعالیٰ قرآن و سنت کی حق پر مبنی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسرا تصور۔۔۔قرآن کتاب ہدایت ہے

قرآن حکیم کے بارے میں تیسرا تصور اور عقیدہ ہم نے یہ قائم کرنا ہے یہ کتاب ہدایت ہے اور اس کی پیروی ہی حق ہے۔ اس کی راہ پر چلنے والے انعام یافتہ بندوں کی پیروی بھی حق ہے۔ اس لئے قرآن کے حق ہونے اور قرآن کے کتاب ہدایت ہونے کو انہوں نے اپنے وجودوں میں اتارا ہے۔ انہوں نے اپنے عمل کو قرآن کا آئینہ دار بنایا ہے۔ انہوں نے اپنے قول کو قرآن کے نور سے مزین کیا ہے اور انہوں نے اپنے کردار کو قرآن کی تعلیمات میں ڈھالا ہے۔ اس لئے قرآن اپنے پڑھنے والوں اور تلاوت کرنے والوں اور ماننے والوں کے سامنے یہ دعویٰ کرتا ہے۔

اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ يَهۡدِىۡ لِلَّتِىۡ هِىَ اَقۡوَمُ وَيُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ . (الاسراء: ۹)

''بے شک یہ قرآن کامیابی و کامرانی کی مضبوط منزل تک پہنچاتا ہے اور اہل ایمان کو خوشخبری دیتا ہے''۔

زندگی ایک امتحان

نازیہ عبدالستار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ.

''اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے، اور (اے حبیب!) آپ (ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں''۔ (البقرہ، ۲: ۱۵۵)

اہل اللہ پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور ہمیں اس کی طرف ہی پلٹ کر جانا ہے انہیں افراد کے لئے اللہ کی طرف سے صلوۃ اور رحمت ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔

مالی اور جانی نقصان ہوتا ہے تو فرمایا کہا کرو: ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' کیونکہ اس نقصان کے بدلے رحمت اور صلوات کا وعدہ فرمایا ہے تاکہ انسان ہر مادی نقصان اور خسارے کے لئے آمادہ رہے اور یہ احساس رہے کہ یہ مادی نقصان اور خسارہ نہیں بلکہ رحمت اور صلوات کا ذریعہ ہے۔ جب انسان میں یہ شعور بیدار ہوجائے تو اس میں قوت تحمل پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ قوت عظیم قوت ہے جو اخلاق حسنہ کو جنم دیتی ہے جس سے ہر انسان آنے والی مصائب و پریشانی کو فراخ دلی سے قبول کرتا ہے۔ قرآن مجید میں قوت برداشت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

انسان کی طبیعت میں امتحان ہمیشہ سے ہی ایک ناپسندیدہ شے ہے۔ انسان کی اس ناگواری کا سبب یہ ہے کہ اس کو دوران امتحان، چستی، باہمی ہوشیاری، محنت اور ذمہ داری سے متصف ہونا پڑتا ہے جبکہ انسان اپنی زندگی لاپرواہی اور غیر ذمہ دارانہ طور پر گزارنا چاہتا ہے لیکن اگر وہ جان لے کہ امتحان کے بعد اس کو کیا کچھ حاصل ہونے والا ہے تو پھر وہ امتحان سے نفرت نہیں بلکہ محبت کرنے لگے۔ دیکھا جائے تو امتحان بہت بڑی نعمت ہے۔ جس کو امتحان سے گزارا نہیں جاتا درحقیقت قدرت اس کو کوئی نعمت عطا کرنے کے لئے راضی نہیں ہوتی۔

ایک طالب علم کی بھی آزمائش ہوتی ہے وہ دن رات محنت کرتا ہے، رات کو جاگتا ہے اور اپنے پیپرز کی تیاری کرنا۔ یہ وقت اس کو بڑا مشکل محسوس ہوتا ہے۔ رات دن کی محنت شاقہ سے وہ جب امتحان دیتا ہے۔ آخرکار وہ پاس ہوتا ہے تو اسے ایک عجیب سے خوشی ہوتی ہے جو کہ ناقابل بیان ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ

اس کو نئی کلاس میں Promote بھی کر دیا جاتا ہے۔ اس کی پرموشن ہوجاتی ہے۔ کلام ربانی ہے ''ہر مشکل کے بعد آسانی ہے''۔

ان مع العسر یسراo

حضور ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے پھر صالح لوگوں کا پھر اس سے نچلے درجے والوں کا۔ روایت میں درج ہے ہر شخص کا ایمان اس کے دین کے اندازے سے ہوتا ہے اگر کوئی دین میں مضبوط ہو تو امتحان بھی سخت تر ہوتا ہے۔

یزید بن سیرہ فرماتے ہیں جب حضرت ایوب کی آزمائش شروع ہوئی تو گھر والے سب داغ مفارقت دے گئے، مال فنا ہوگیا، کوئی چیز نہ رہی۔ آپ اللہ کے ذکر میں اور بڑھ گئے۔ فرماتے: اے اللہ تو نے مجھ پر بڑے احسان کئے، مال دیا اولادیں دیں اس وقت میرا دل ان کی طرف مشغول تھا وہ سب کچھ چھوٹ گیا ہے اب میں فکر سے آزاد ہوں میرے دل میں اور تیرے درمیان کوئی چیز حائل نہیں رہی۔ لہذا اللہ کے ذکر کیوں نہ کروں۔ راوی کہتے ہیں کہ جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے صرف آپ کی ایک بیوی صاحبہ تھیں جو ہر وقت آپ کے پاس رہتی تھیں۔ آپ کو کھلاتی پلاتی تھیں۔ ایک دن شیطان بصورت طبیب مل گیا۔ اس نے آپ سے کہا کہ آپ کا شوہر سخت بیمار ہے فلاں بت کے نام خیرات کرو یا مکھی ہی مارو تو شفا ہوجائے گی۔ جب آپ کی بیوی نے آپ کے پاس یہ واقعہ بیان کیا تو کہنے لگے کہ شیطان کس کس انداز سے گمراہ کرتا ہے۔ ایک دن دعا کی مولا! تو نے مجھے اس آزمائش سے ڈالا ہے تو ہی مجھے اس آزمائش سے نکال اور تو رحم فرمانے والا ہے۔

روایت ہے کہ ایک روز بنی اسرائیل کے چند لوگ آپ کے پاس سے گزرے اور آپ کو دیکھ کر کہنے لگے کہ ضرور اس آدمی نے کچھ بڑے گناہ کئے ہیں جو اتنی بڑی بیماری لگی۔ آپ نے یہ سنا تو خدا کی بارگاہ میں التجا کی مولا! تو سب کچھ جانتا ہے اور سجدے میں گر پڑے آخر اللہ کی طرف سے ندا آئی کہ اپنی ایڑی زمین پر مارو، وہاں سے پانی نکلے گا وہی پی لو اور اس سے نہا بھی لینا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ آپ تندرست ہوگئے اور جنت سے لباس آیا جس کو آپ نے زیب تن کیا۔ جب بیوی نے انہیں دیکھا تو نہیں پہچانا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے سب مال و اسباب بھی عطا کر دیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے صبر و ہمت سے کام لے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کا اجر یہ دیا کہ صحت یابی کے بعد ایک روز حضرت ایوب سے پوچھا۔ اے ایوب! بتاؤ، حالت بیماری کے دن اچھے تھے یا اب کے دن۔ تو حضرت ایوب نے بتایا کہ بیماری میں دو بار تیری ندا آتی تھی اے ایوب تیرا کیا حال ہے؟ تو میرا سارا دن اس خوشی میں گزر جاتا کہ مولا نے مجھ سے میرا حال پوچھا ہے تو سارا وقت مجھے تکلیف کا احساس ہی نہ ہوتا۔ ایک بار رات کو پوچھا جاتا اے میرے بندے تیرا کیا حال ہے؟ تو رات بھر اسی خوشی میں گزر جاتی کہ میرے مولا نے میرا حال پوچھا ہے لیکن اب وہ ندا آنا بند ہوگئی ہے تو مغموم رہتا ہوں۔

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ جب مولا کسی کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے تو اس کا مقصد اس بندے کو نوازنا ہوتا ہے تکلیف دینا نہیں ہوتا۔ اس بندے کو کندن بنا کر تیار کر کے ایک عظیم کام سونپنا ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مختلف آزمائشوں سے گزارا۔ اولاد تو سب کو پیاری ہوتی ہے اگر کوئی اس کو تکلیف پہنچائے تو اس کا دکھ برداشت نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ نبی کا خواب کیونکہ سچ ہوتا ہے تو آپ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں۔ بیٹا کیونکہ فرمانبردار تھا۔ کہنے لگے ابا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے آپ کر گزریئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور ذبح کرنے کے لئے لٹا دیا۔ جیسے ہی انہوں نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے چھری چلائی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا اے جبرئیل جاؤ میرے ابراہیم علیہ السلام کے لئے دو بکرے لے جاؤ اور انہیں کہنا کہ تم نے اپنا خواب سچ کر دیکھا اب اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ان کی قربانی دو۔ ہم آپ سے راضی ہیں اور ہم نے آپ کو اپنا خلیل بنالیا ہے۔ اسماعیل کی اسی فرمانبرداری کے بارے میں کہا گیا:

؎ یہ فیضان نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی ــــــ سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کی اولاد کی آزمائش کروائی۔ ان کو اولاد کے ذریعے امتحان میں ڈالا کہ اس کے دل میں اپنے بیٹے کی محبت مجھ سے زیادہ تو نہیں ہوگئی۔ مولا چاہتا ہے کہ بندے کے دل میں سب سے زیادہ محبت اللہ کی ہو پھر اس کی رسول ﷺ کی۔ حدیث قدسی ہے تم مومن ہی نہیں ہوسکتے جب تک میری محبت تم سب کی محبت پر غالب نہ ہوجائے۔

اس دنیا میں اگر کوئی مفلس و نادار ہے یا کوئی اگر امیر ہے اگر کوئی بڑے درجے یا مرتبہ والا ہے اس میں اس کا کوئی کمال نہیں ہے۔ ہر بندے کی آزمائش اس کے درجے کے مطابق ہوتی ہے کیونکہ دینے والی ذات اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر اس نے آپ کو دیا تو وہ اس مفلس کو بھی دینے پر قادر ہے لہذا کسی کو حقیر نہ جانو بلکہ اللہ کے بندوں سے پیار کرو۔ اگر آپ کے نیچے کوئی کام کر رہا ہے اور اس سے غلطی سرزد ہوجاتی ہے آقا علیہ السلام کی تعلیمات کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں آقا علیہ السلام نے مجھے کبھی نہیں کہا تھا کہ یہ کام کیوں نہیں؟ اور فلاں کو کیوں کیا؟ دراصل اللہ آپ کو کچھ دے کر اور کچھ نہ دے کر دونوں طرح آزماتا ہے۔ اس آزمائش میں کامیاب ہونے کا ایک طریقہ ہے کہ آپ اللہ کے بندوں پر رحم کرنا سیکھیں۔ اگر آپ انسانوں پر رحم کریں گے تو اللہ آپ پر رحم کرے گا۔ بقول شاعر

؎ کرو مہربانی تم اہل زمین پر ــــــ خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

حضرت امام حسینؓ کی آزمائش

شہادت امام حسینؓ تو کسی سے اوجھل نہیں کہ خانوادۂ نبوت کے 72 تن کس طرح راہ خدا میں شہید ہوئے۔ حضرت امام حسینؓ کو نیزے پر اٹھایا گیا اور کوفہ کی گلیوں میں پھیرا گیا۔ اگر وہ چاہتے تو یزید کی سلطنت کو پارہ پارہ کردیتے لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت امام حسینؓ نے عزیمت کا راستہ اختیار کیا اور جام شہادت نوش کیا۔ ان کی شہادت سے دشمن کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی وہ رہتی دنیا کے لئے ذلیل و رسوا ٹھہرا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے حسینؓ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی گویا یزید نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کرکے ذلیل و رسوائی مول لے لی اور امام حسینؓ نے شہادت کو سینے سے لگا کر دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کرلی۔ اللہ تعالیٰ امام حسینؓ سے جان کی قربانی مانگی تو انہوں نے اپنی جان راہ خدا میں دے کر اللہ کے ہاں کامیاب و کامران ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ کا شہید کے بارے میں فرمان ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. (البقرہ: ۱۵۴)

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مت کہا کرو کہ یہ مُردہ ہیں، (وہ مُردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں''۔

حضرت امیرالمومنین حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا:

ان البلاء لظالم الم وللمومنين امتحان ولانبياء درجة ولالولياء كرامة.

''انسان پر پڑنے والی یہ مصیبتیں ظالم کے لئے سزا، مومنین کے لئے امتحان اور پیامبروں کے لئے درجات کی بلندی اور اولیاء اللہ کے لئے کرامت و بزرگی ہوتی ہیں''۔

لیکن وہ لوگ جن کے ظرف کم ہے ان کا امتحان بھی ان کے ظرف کے مطابق ہوتا ہے اور اگر وہ اس امتحان میں کامیابی کے ساتھ نکل جائیں تو بعد والے امتحانوں کی باری آتی ہے۔ تمام امتحان ایک طرح کے نہیں ہوتے کسی کا امتحان فقر سے لیا جاتا ہے۔ کسی کا صحت و سلامتی بخش کر امتحان لیا جاتا ہے۔ کسی کا امتحان بیماری سے کسی کا علمی کامیابیوں سے کسی کا عبادت و ریاضت کی توفیق عطا کرکے۔ ہر انسان کسی نہ کسی امتحان سے دوچار ہے وہ اس سے فرار حاصل نہیں کرسکتا۔ گو کہ امتحان ایک نعمت ہے یہ انسان کو محنت، ریاضت اور مستعدی کا خوگر بناتی ہے۔ یہ آخرت کی یاد پیدا کرتی ہے اور اللہ کی یاد میں اضافہ کرتی ہے لیکن ہمیں اللہ رب العزت سے اس کی محبت اور عنایت طلب کرنی چاہیئے۔ وہ ذات بہت بڑی ہے اس کی چھوٹی سی آزمائش بھی بندہ برداشت نہیں کرسکتا۔ اس لئے اس اعلیٰ و بابرکت ذات سے اس کا رحم و کرم طلب کرنا چاہیئے۔ اس سے بھلائی اور نیکی کی توفیق طلب کرتے رہنا چاہیئے۔ وہ ذات ہمیں آزمائش میں نہ ہی ڈالے بلکہ دست گناہگار کو پکڑ کر منزل مقصود پر پہنچادے۔ اس لئے کہ ہمارے ناتواں کندھے اس کی آزمائش کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں۔ اس سے بخشش کے طلبگار بن کر زندگی گزارنی چاہیئے۔

﴿وظیفۂ ذوقِ عبادت﴾

پہلا وظیفہ: عبادت گذاری اور اس میں رغبت اور ذوق وشوق کے لئے یہ وظیفہ مفید اور مؤثر ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ ﴿قُلۡ یٰۤاَیُّھَا الۡکٰفِرُوۡنَ ○ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ○ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ○ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ○ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ○ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَ لِیَ دِیۡنِ ○﴾

فضیلت: سورۃ قُلۡ یٰۤاَیُّھَا الۡکٰفِرُوۡنَ کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ اس کی تلاوت سے شرک سے نجات نصیب ہوتی ہے اور توحید میں پختگی آتی ہے۔

- ۴۰ مرتبہ یا حسب ضرورت ۱۰۰ مرتبہ پڑھیں۔
- اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف اور ۱۱، ۱۱ مرتبہ استغفار پڑھیں۔
- اس وظیفہ کو کم از کم ۴۰ دن یا حسب ضرورت جاری رکھیں۔

دوسرا وظیفہ: اگر کسی کے اندر عبادت کا ذوق پیدا نہ ہوتا ہو، عبادت میں دل نہ لگتا ہو، یکسوئی اور خشوع و خضوع کی کمی ہو اور وہ چاہے کہ دل عبادت کی طرف راغب ہو کر اللہ رب العزت کی طرف متوجہ ہوجائے تو اس کے لئے درج ذیل آیات کا وظیفہ بھی مفید و مؤثر ہے:

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

۱۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ○ (الفاتحہ، ۱:۵)

۲۔ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ○ (البقرہ، ۲:۲۱)

۳۔ اَمۡ کُنۡتُمۡ شُھَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ یَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ اِذۡ قَالَ لِبَنِیۡہِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِیۡ ؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰھَکَ وَ اِلٰہَ اٰبَآئِکَ اِبۡرٰھٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ اِلٰھًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحۡنُ لَہٗ مُسۡلِمُوۡنَ ○ (البقرہ، ۲:۱۳۳)

۴۔ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰہَ ؕ اِنَّنِیۡ لَکُمۡ مِّنۡہُ نَذِیۡرٌ وَّ بَشِیۡرٌ ○ (ہود، ۱۱:۲)

- ان آیات کی روزانہ نمازِ فجر کے بعد کم از کم تین بار تلاوت کریں۔ اگر فرصت ہو تو نمازِ مغرب یا عشاء کے بعد جس وقت زیادہ یکسوئی اور تنہائی مل سکے، اس وظیفہ کو اپنا معمول بنا لیں۔ ۷ بار یا ۱۱ بار پڑھنے میں بہت برکات ہیں۔ ہاتھ پر پھونک کر سینے پر مل لیں اور پانی دم کر کے پئیں۔
- اس وظیفہ کو حسب ضرورت ۱۱ دن یا ۴۰ دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

گلدستہ

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اقوال زریں

i۔ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کی حقیقت کا علم تم سے چھپالیا ہے اس لئے کوئی چیز تمہیں اچھی لگے یا نہ لگے اس کے خلاف نہ کہو۔

ii۔ بعض اوقات اللہ کا بندے کی درخواست کو قبول نہ کرنا بندے پر شفقت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

iii۔ دین کی اصل عقل، عقل کی اصل علم اور علم کی اصل صبر ہے لہذا صبر کا دامن ہاتھ سے کبھی نہ چھوڑو۔

iv۔ اپنا سر اونچا رکھو کہ تم کسی سے نہیں ڈرتے لیکن اپنی نگاہیں نیچے رکھو تاکہ پتہ چلے تم ایک باعزت گھرانے سے تعلق رکھتے ہو۔

v۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ ہم اللہ کی راہ میں کس کو دیں کیونکہ ہمیں نہیں پتہ چلتا کہ کون مستحق ہے اور کون غیر مستحق؟

انہوں نے فرمایا: اے نادان! تو اللہ کی راہ میں مستحق کو بھی دے اور غیر مستحق کو بھی تجھے اللہ تعالیٰ وہ بھی عطا کرے گا جس کا تو مستحق ہے اور جس کا تو مستحق بھی نہیں۔۔۔

vi۔ اللہ کی بندگی سے خود کو آراستہ کرو اور اس کے دروازے سے پیچھے نہ ہٹو۔

vii۔ گناہوں سے مکمل پرہیز کرو اور خود کو ان کے ساتھ آلودہ نہ کرو۔

viii۔ جو شخص اپنی ضرورت سے زیادہ خوراک اور نیند میں مصروف رہے گا اس کے ہاتھ سے بہت سی بھلائیاں نکل جائیں گی۔

ix۔ جو شخص علم رکھنے کے باوجود، بیداری کی بجائے نیند کو اختیار کرے وہ نہایت ناقص چیز کو پسند کرتا ہے۔

x۔ محتاجی یہ ہے کہ انسان اللہ کو چھوڑ کر بندوں کے پیچھے بھاگے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اقوال زریں

۱۔ احسان ہر جگہ بہتر ہے لیکن ہمسائے ساتھ بہترین ہے۔

۲۔ جس قادر مطلق نے زبان کو گویائی عطا کی وہی قلب کو قوت ذکر عطا فرماتا ہے۔

۳۔ عبادت ان اعمال کا نام ہے جو انسان کو خدا کا ہم آہنگ بنادے۔

۴۔ مومن ہو یا کافر کسی کی دل آزاری نہ کرو اس لئے کہ کفر کے بعد یہی سب سے بڑا گناہ ہے۔

۵۔ ہم خدا کو نہ آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں نہ کشف سے اس سے متعلق واحد ذریعہ علم الہام ہے۔

۶۔ تمام مخلوق میں انسان ہی سب سے زیادہ محتاج ہے۔

۷۔ اپنے باطن کو خالص رکھیں اور ظاہر کو سلامت۔

۸۔ اپنے عیبوں کو دیکھتے رہیں اور اپنے گناہوں کے غلبہ کا مشاہدہ کرتے رہیں۔

ہائی بلڈ پریشر سے نجات کیلئے سات بہترین غذائیں

۱۔ کیلے

یہ ایک مزیدار پھل پوٹاشیم سے بھرپور بلڈ پریشر کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اس میں موجود منرلز جسم میں موجود نمک پر اثر انداز ہوتے ہیں اور گردوں کے فنکشنز کو معمول کے مطابق کام کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق دن بھر میں صرف 2 کیلوں کا استعمال 10 فیصد تک بلڈ پریشر کم کردیتا ہے۔

۲۔ انڈے کی سفیدی

آپ اپنے دن کے آغاز میں ناشتے پر اگر انڈے کی سفیدی کا استعمال کریں تو اس سے نہ صرف پروٹین کی ضرورت پوری کی جاسکتی ہے بلکہ یہ بلڈ پریشر کو بھی کم کرتی ہے جس کی تصدیق طبی سائنس نے بھی کی ہے۔

۳۔ ٹماٹر

ٹماٹر لائیکوپین سے بھرپور ہوتا ہے جو بلڈ پریشر کی شرح کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ایک آسٹریلین تحقیق کے مطابق اپنی روزانہ کی خوراک میں اگر 25 ملی گرام لائیکوپین کو شامل کرلیا جائے تو آپ اپنے ایل ڈی ایل یا خراب کولیسٹرول کی شرح 10 فیصد تک کم کرسکتے ہیں۔

۴۔ چاکلیٹ

چاکلیٹ تو ایسی چیز ہے جس سے دن میں کسی بھی وقت لطف اندوز ہوا جاسکتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق بلڈ پریشر کے شکار افراد اگر 18 ہفتوں تک کچھ مقدار میں ڈارک چاکلیٹ کھائیں تو ان میں فشار خون کی شرح 20 فیصد تک کم ہوجاتی ہے۔

۵۔ تربوز

موسم گرما میں اس مزیدار پھل کو کون استعمال نہیں کرتا۔ ایک امریکی تحقیق کے مطابق تربوز دوران خون کو کنٹرول کرنے اور بلڈ پریشر معمول میں رکھنے میں مدد کرتا ہے۔

۶۔ کشمش

یہ میوہ مختلف چیزوں میں لگا ہوا ہوتا ہے اور اگر آپ ہائی بلڈ پریشر کے شکار ہے تو کشمش کی تھوڑی سے مقدار روزانہ استعمال کرنے سے آپ اس مرض سے کافی حد تک محفوظ رہ سکتے ہیں۔

۷۔ ہربل چائے

اگر آپ غذائی عادات کو تبدیل کرنہیں سکتے تو پھر کافی یا چائے کی جگہ ہربل یا جڑی بوٹیوں سے بنی چائے کو پینا عادت بنالیں۔

چھ ہفتے تک روزانہ تین کپ کا استعمال بلڈ پریشر میں سات پوائنٹس تک کمی لاسکتا ہے اگرچہ یہ بہت معمولی مقدار لگ رہی ہوگی مگر طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ فشار خون میں تھوڑی سی کمی بھی دل کی صحت پر اثر انداز ہونے والے سنگین خطرات کو کم کردیتی ہے۔

☆☆☆☆☆

تحریک منہاج القرآن اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں

دین اور دنیا کی تعلیم کو الگ کرنا دشمنوں کی کامیاب سازش ہے: ڈاکٹر حسین محی الدین

گذشتہ ماہ سیالکوٹ میں انسداد دہشتگردی اور فروغ امن نصاب کے حوالے سے منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیراہتمام سیمینار منعقد ہوا۔ سیمینار میں مختلف طبقہ ہائے فکر کی نمائندہ شخصیات اور بڑی تعداد میں ماہرین تعلیم، تاجر، صنعتکاروں، طلبہ و طالبات وعوامی تحریک وتحریک منہاج القرآن کے رہنماؤں و کارکنان نے شرکت کی۔ سیمینار سے میجر(ر) محمد سعید، نائب ناظم اعلیٰ تنظیمات محمد رفیق نجم، یوتھ ونگ کے مرکزی صدر مظہر محمود علوی نے خطابات کئے جبکہ اس موقع پر تحریک منہاج القرآن کے مرکزی صدر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے خصوصی خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

دین اور دنیا کی تعلیم کو دریا کے دو کناروں کی طرح بانٹ دیا گیا اور اس تقسیم سے دہشتگردی اور انتہاء پسندی نے جنم لیا۔ دہشتگردی کے خاتمے کا ایک پہلو آپریشن ضرب عضب ہے جس کا اعلان فوج نے کیا جبکہ اس کے علاج کا دوسرا پہلو ضرب علم ہے جس کا آغاز شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے انسداد دہشتگردی اور فروغ امن کا نصاب دے کر کیا۔ دہشتگردی کے انفیکشن کا شکار مریضوں کا علاج فوج بڑی اچھی طرح کر رہی ہے جبکہ دہشتگردی کے وائرس کو آئندہ نسلوں تک پھیلنے سے روکنے کا واحد طریقہ ضرب علم ہے۔ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صفت اور شان تحرک ہے۔ اللہ کی قدرت کاملہ کا اظہار، ایجادات اور انکشافات کی صورت میں جاری وساری ہے۔ پوری کائنات اور اس کا ہر شعبہ اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحرک والی صفت کے تابع ہے۔ کائنات جب جمود کا شکار ہوگی تو وہ قیامت کی گھڑی ہوگی۔ جب تک امت مسلمہ علم وعمل کے اعتبار سے متحرک تھی تو دنیا پر اس کی حکومت تھی۔ جب جمود کا شکار ہوئی تو زوال کی کھائی میں گر گئی۔

انہوں نے مزید کہا کہ دہشتگردی کے پھیلاؤ کی ایک بڑی وجہ اس کا بے دریغ سیاسی استعمال ہے۔ پہلے الیکشن جیتنے کیلئے چوروں اور ڈاکوؤں کو استعمال کیا جاتا تھا پھر دہشتگرد گروپس کی خدمات لی جانے لگیں اور دہشتگرد قوت پکڑتے چلے گئے۔ دہشتگرد گروپوں سے سیاسی خدمات حاصل کرنے والی جماعتوں اور ان کی لیڈرشپ کے چہرے کسی سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ غالب اکثریت کو سیاسی عمل سے باہر کر دینے کی وجہ سے بھی انتہاء پسندانہ جذبات نے فروغ پایا۔ دنیا کے کسی مہذب ملک اور جمہوریت میں عوام کو بلدیاتی انتخابات سے دور رکھنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

سپین: اولاد کی کردار سازی ماں کی اولین ذمہ داری ہے: غزالہ حسن قادری

(رپورٹ: زہرہ اصغر)

گذشتہ ماہ منہاج القرآن ویمن لیگ سپین کے زیر اہتمام بارسلونا میں ایک تربیتی نشست منعقد ہوئی

جس سے سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل کی ممبر محترمہ ڈاکٹر غزالہ حسن قادری نے خصوصی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ماں کی گود انسان کی پہلی درس گاہ ہے۔ ماں کا جذبۂ ایمان جتنا زیادہ ہوگا یہ درس گاہ اتنی ہی بلند معیار کی حامل ہوگی اور اس میں پلنے والے بچوں کی تربیت اتنی ہی عمدہ ہوگی۔ عربی میں ماں کو ''ام'' کہا جاتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی 'امّی' کہا گیا ہے۔ اس میں لفظی نسبت کے ساتھ ساتھ ایک معنوی نسبت ہے اور وہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری انسانیت کے لیے باعثِ رحمت و شفقت تھے جیسے ماں اپنی اولاد کے لیے سراپا محبت و شفقت ہوتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ معاشرے کے بگاڑ اور اصلاح کی محرک ماں ہے۔ وہ بچوں کی بہترین معلّمہ ہے۔ پھولوں کے بغیر جس طرح ہر باغ بے رنگ و بو ہوتا ہے اسی طرح عمدہ پرورش اور تربیت کے بغیر ہر بچہ ناسمجھ اور گنوار رہتا ہے۔ بچے پھولوں کی طرح نازک، خوبصورت اور حساس ہوتے ہیں۔ ان کی نگہداشت اور پرورش بھی اتنی ہی ضروری اور محنت طلب ہے جتنی کسی باغ کی دیکھ بھال اور آرائش۔ ماں کی محنت، توجہ اور ایثار سے ان پھولوں میں رنگ بھرتا ہے اس طرح وہ دلکش اور کارآمد بنتے ہیں۔

گفتگو کے اختتام پر انہوں نے اِس بات پر زور دیا کہ دور حاضر کے چیلنجز کو سامنے رکھتے ہوئے مائیں اپنے بچوں کی تربیت کریں، انہیں بھرپور توجہ دیں۔ یورپ میں رہنے والی مائیں خاص طور پر اپنے بچوں کی تربیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کریں تاکہ وہ بچے معاشرے کے مفید رکن بن سکیں اور معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار بہتر طور پر ادا کریں۔ انہیں مہذب، شائستہ اور احسن اخلاق سکھائیں۔

اوکاڑہ: منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی قیادت کا دورہ

منہاج القرآن ویمن لیگ کے پاکستان بھر میں تنظیمی دورہ جات جاری ہیں۔ اس سلسلہ میں یکم ستمبر کو منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی صدر محترمہ فرح ناز نے مرکزی ناظمہ تنظیمات محترمہ انیلا الیاس کے ہمراہ اوکاڑہ کا ایک روزہ دورہ کیا۔ دورے کے دوران منہاج القرآن ویمن لیگ اوکاڑہ کی ضلعی اور ذیلی تنظیمات کی تنظیمِ نو کی گئی۔ نئی تنظیمات کو آئندہ ایک سال کا ورکنگ پلان دیا گیا اور انہیں اہداف سے آگاہ کیا گیا۔

جہلم: منہاج القرآن ویمن لیگ کا تنظیمی اجلاس، دعوتی اور تربیتی پروگرامز کا تعارف

مورخہ 19 اگست 2015ء کو منہاج القرآن ویمن لیگ جہلم کا تنظیمی اجلاس منعقد ہوا، جس میں مرکزی ناظمہ تربیت عائشہ مبشر، نائب ناظمہ تربیت اُم کلثوم اور ایم ایس ایم جنرل سیکرٹری حافظہ ایمن یوسف نے خصوصی شرکت کی۔ اجلاس کا مقصد مقامی سطح پر تنظیم سازی کرنا اور دعوتی اور تربیتی پروگرامز کا تعارف کروانا تھا۔ 3 ماہ کے لیے عبوری تنظیم کے لیے صدر صفیہ رفعت، ناظمہ تربیت سمیعہ ظفر، ناظمہ دعوت راحیلہ زین، ناظمہ مالیات حلیمہ سعدیہ اور ایم ایس ایم کی کوآرڈینیٹر رابعہ مقصود کو منتخب کیا گیا۔

اس موقع پر نائب ناظمہ تربیت اُم کلثوم نے دعوتی و تربیتی پروجیکٹ آداب زندگی کا تعارف کروایا اور مرکزی

ناظمہ تربیت عائشہ مبشر نے امن نصاب کا تعارف کروایا جبکہ ایم ایس ایم جنرل سیکرٹری حافظہ ایمن یوسف نے ایم ایس ایم کے پروجیکٹس کے بارے میں آگاہ کیا۔ نائب ناظمہ تربیت اُم کلثوم کی دعا سے میٹنگ کا اختتام ہوا۔

منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی قیادت کے پنجاب اور خیبر پختونخواہ کے تنظیمی دورہ جات

منہاج القرآن ویمن لیگ کی صدر فرح ناز، مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ سسٹرز کی صدر انعم ریاض اور نائب ناظمہ دعوت منہاج ویمن لیگ سعدیہ حفیظ نے 16 سے 30 اگست اسلام آباد، راولپنڈی، گوجر خان، کامرہ، اٹک، واہ کینٹ، ٹیکسلا، پنڈی گھیپ، حضرو، حسن ابدال، فتح جنگ، ایبٹ آباد، مانسہرہ، حویلیاں، ہری پور، نوشہرہ اور پشاور سمیت پنجاب اور خیبر پختون خواہ کے مختلف شہروں کے تنظیمی دورہ جات کیے۔ دورہ جات کا مقصد ملک کے مختلف حصوں میں منہاج القرآن ویمن لیگ کے تنظیمی سٹرکچر کو مضبوط اور مؤثر بنانا تھا۔ دورہ جات کے دوران تنظیمات کو نئی پالیسیوں کے مطابق کام کرنے کی ہدایات دی گئیں اور مختلف علاقوں میں نئی تنظیم سازی کی گئی۔ علاوہ ازیں انقلاب مارچ میں شریک تنظیمات کی عہداران اور کارکنان میں اعزازی شیلڈز اور اسناد تقسیم کی گئیں۔

گوجر خان کے تنظیمی دورہ کے دوران، تنظیمی ذمہ داران سے ملاقات کے ساتھ ساتھ نئے افراد کو تنظیمی ذمہ داریاں بھی سونپی گئیں۔ منہاج ویمن لیگ کی مرکزی قیادت نے گوجر خان میں قائم منہاج اسلامک سینٹر کا بھی دورہ کیا۔ مرکزی ذمہ داران نے ذمہ داران اور کارکنان کی کاوشوں پر ان کی حوصلہ افزائی کی۔

اسلام آباد کے تنظیمی دورہ کے دوران منہاج القرآن ویمن لیگ اسلام آباد کی صدر نصرت امین اور ان کی ٹیم سے ملاقات کے دوران تنظیم کی ورکنگ کا جائزہ لیا گیا، اور آئندہ کے لائحہ عمل پر بریفنگ دی گئی۔

دورہ جات کے دوران مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ سسٹرز کی خصوصی نشستیں بھی منعقد کی گئیں۔ مرکزی صدر ایم ایس ایم سسٹرز انعم ریاض نے تنظیم میں شامل ہونے والی نئی طالبات کو خوش آمدید کہا۔ انہوں نے اپنی گفتگو کے دوران موجودہ حالات میں طالبات کے مؤثر کردار پر روشنی ڈالی۔ سینئر طالبات کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے انہوں نے مادرِ وطن پاکستان کی بقاء و سلامتی کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

ان دورہ جات کے دوران دھرنے میں شریک ہونے والی خواتین کو شیلڈ اور اسناد دی گئیں اور ان کی قربانیوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے مرتب کردہ امن سلیبس کا تعارف بھی کروایا گیا اور تعلیمی ادارہ جات میں شامل نصاب کرنے کی تجویز پیش کی گئی۔

MWL تنظیمی وزٹس

منہاج القرآن ویمن لیگ نے مورخہ 28 اگست تا 5 ستمبر 2015ء خوشاب، میانوالی، بھکر، ساہیوال اور جھنگ کے تنظیمی وزٹس کیے۔ ویمن لیگ کے وفد میں محترمہ انیلہ الیاس ناظمہ تنظیمات اور گلشن ارشاد ناظمہ دعوت شامل تھیں۔ وزٹس کا ایجنڈا MWL کی تنظیم نو، قائد تحریک کے امن سلیبس کا تعارف اور ٹریننگ تھا۔ وزٹس میں اضلاع کی

تنظیم نو کی گئی۔ محترمہ انیلہ الیاس ناظمہ تنظیمات MWL نے نئی منتخب ذمہ داران کو مبارکباد پیش کی اور آئندہ ورکنگ کے حوالے سے بریفنگ دی۔ محترمہ گلشن ارشاد ناظمہ دعوت MWL نے امن نصاب پر بریفنگ دی۔ شرکاء نے امن سلیبس کو سراہا اور اس کو عوام الناس تک بھرپور انداز میں پہنچانے کی یقین دہانی کروائی اور تنظیمات کی گزشتہ کارکردگی کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ سابقہ تنظیمات کو ان کی بہترین کارکردگی پر خراج تحسین پیش کیا۔

فرید ملت سکالرشپ تقریب 2015

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے زیراہتمام فرید ملت سکالرشپ کی 6 ویں سالانہ تقریب 10 ستمبر 2015 کو تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ کے صفہ ہال میں منعقد ہوئی۔ تقریب کی صدارت تحریک منہاج القرآن کے صدر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کی، جبکہ امیر تحریک صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور، بریگیڈیئر (ر) محمد اقبال، صاحبزادہ محمود فیضی، خالد محمود سلطان، شیخ محمد اسلم، حاجی محمد حنیف نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ تقریب میں ملک بھر سے آئے ہوئے درجنوں سکولوں کے ہونہار پوزیشن ہولڈرز 120 بچوں میں 10 لاکھ روپے کے سکالرشپ تقسیم کیے گئے۔ اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر سکولوں کے اساتذہ کو بھی شیلڈز اور اسناد دی گئیں۔ بچوں نے ملی نغمے، ٹیبلو شو اور مختلف خاکے پیش کر کے اپنی تخلیقی اور تعمیری صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اور شرکائے تقریب نے انہیں والہانہ داد سے نوازا۔ بچوں اور ان کے والدین نے سستی اور معیاری تعلیم کی سہولتیں فراہم کرنے پر تحریک منہاج القرآن کے بانی و سرپرست اعلیٰ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو خراج تحسین پیش کیا۔

تقریب کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کہا کہ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی معیاری، بامقصد اور سستی تعلیم کا واحد ادارہ ہے جس کے 630 سکولوں میں ڈیڑھ لاکھ بچے زیرتعلیم ہیں اور جنہیں 10 ہزار سے زائد اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ جدید علوم سے روشناس کروارہے ہیں۔ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے تعلیمی ویژن کی روشنی میں آئمہ مساجد نہیں بلکہ اسلامک سکالر پیدا کررہی ہے۔ ایسے دور دراز علاقوں میں معیاری تعلیمی ادارے قائم کررہے ہیں جہاں مناسب فیس نہ ملنے کے ڈر سے بڑے بڑے کمرشل ایجوکیشن گروپ اپنی برانچز قائم نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا کہ سیکنڈ ایئر تک پورے ملک میں یکساں نصاب اور تعلیم ہونی چاہیے۔ آج کا دانشور بولتا زیادہ، سوچتا کم ہے، لکھتا زیادہ اور پڑھتا کم ہے اور سوسائٹی پر اس کے اثرات بھی ویسے ہی ہیں۔ تعلیم مقدار میں بڑھ گئی مگر معیار میں کم ہوگئی۔ ایسی تعلیم کی ضرورت ہے جو قوم میں غیرت وحمیت کو پروان چڑھائے۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ علیہ کے اندر اخلاص اور عمل کا نور تھا جس کے ثمرات کروڑوں مسلمانوں کی آزادی کی صورت میں سامنے آئے۔

انہوں نے کہا کہ دھرنے کے دوران ہمارا کوئی سکول یا کالج ایک دن کیلئے بھی بند نہیں ہوا حالانکہ منہاج القرآن کے زیراہتمام کام کرنے والے سکولوں، کالجوں میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد بچے اور دس ہزار سے زائد اساتذہ ہیں۔ ظالم نظام کے خلاف ہماری جدوجہد میں پسے ہوئے طبقات نے شرکت کی۔ انہوں نے کہا کہ

تعلیم کا مقصد ڈگریوں کے انبار لگانا نہیں بلکہ انسانیت کی خدمت اور وطن کی سربلندی کیلئے اپنا حصہ ڈالنا ہے۔

انہوں نے کہا کہ آج سے 500 سال پہلے اساتذہ اور تعلیمی ادارے آج کی نسبت بہت کم تھے مگر آج ہمیں ڈھونڈنے سے بھی غزالی، بوعلی سینا، رازی اور مولانا روم نہیں ملتے کیونکہ آج درس و تدریس کا عمل دنیاوی مراعات سے منسلک ہو چکا ہے جبکہ پانچ سو سال قبل اور اس سے پہلے والے مسلمان انسانیت کی خدمت کے جذبہ سے علم حاصل کرتے اور تقسیم کرتے تھے۔ آج بھی اسی اخلاص اور تعلیم کے مصطفوی مقصد کی طرف لوٹنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ جب سے اعلیٰ تعلیم کو بڑی نوکری اور بڑی مراعات کا ذریعہ بنایا گیا ہے تب سے انتشار اور بے چینی میں اضافہ ہوا ہے اور آج کی مہذب دنیا ایک جنگل کا منظر پیش کر رہی ہے۔ آج بھی ہزاروں کتابیں لکھی جاتی ہیں جن کی عمر چند مہینے یا چند سالوں سے زیادہ نہیں ہوتی جبکہ ہم آج بھی امام غزالی، بوعلی سینا جیسے اسلاف کی کتب کے فخر سے حوالے دیتے ہیں اور انہیں اپنے مطالعے کا حصہ بناتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ امت مسلمہ کو اپنے شاندار ماضی کو واپس لانے کیلئے علم و تحقیق کی طرف لوٹنا ہوگا، اسلامی حکمران اپنی بڑی بڑی لائبریریوں اور کتب خانوں کے قیام کے ذریعے امت مسلمہ کی خدمت کر رہے تھے اور آج ہم اس شخص کو لائبریرین بناتے ہیں جو بیمار اور عمر رسیدہ ہوتا ہے۔

لاہور: یوم دفاع پر ایم ایس ایم سسٹرز کے انٹر سکولز تقریری مقابلہ جات

یومِ دفاعِ پاکستان کی گولڈن جوبلی پر ایم ایس ایم سسٹرز لاہور نے 'دفاعِ وطن اور فروغِ امن' کے عنوان سے 5۔ستمبر 2015 کو لاہور کے علاقے ٹاؤن شپ میں انٹر سکولز تقریری مقابلہ کا انعقاد کیا۔ مقابلہ میں الائیڈ گرائمر سکول، الائیڈ سکول پنجاب گروپ آف کالجز، دی امریکن ایجوکیٹر سکول سسٹم، منہاج ماڈل ہائی سکول، آغوش گرائمر سکول اور منہاج گرائمر سکول کے طلباء و طالبات نے حصہ لیا۔ جبکہ ججز کے فرائض پروفیسر نورالزماں نوری، منہاج الدین اور مصباح ملک نے انجام دیئے۔ سکول آف اسلامک اکنامکس منہاج یونیورسٹی لاہور کے ہیڈ عبدالعمار پروگرام کے مہمانِ خصوصی تھے، جبکہ دیگر مہمانوں میں ایم ایس ایم سسٹرز کی مرکزی صدر انعم ریاض، سکولز کوآرڈینیٹرز حافظہ ایمن یوسف اور ایم ایس ایم لاہور کی صدر انیتہ الیاس شامل تھیں۔

عبدالعمار منعم نے طلبہ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ایم ایس ایم سسٹرز نے عساکرِ پاکستان اور 1965 کے شہداء کو اپنے انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ملک پر جب بھی مشکل وقت آیا پاک افواج عوام کی محافظ و مددگار ثابت ہوئیں۔ پاک افواج کی بہادری پوری دنیا میں بیمثال ہے۔ موجودہ اندرونی و بیرونی حالات سے افواج پاکستان جس طرح نمٹ رہی ہیں وہ بغیر جذبہ حب الوطنی کے ممکن نہیں۔

مقابلہ میں منہاج ماڈل ہائی سکول کے طیب امین اور منہاج گرائمر سکول کے شامین خان کاکڑا نے پہلی، الائیڈ گرائمر سکول کے حبیب شاہین نے دوسری جبکہ منہاج گرائمر سکول کی زارا بتول نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔

☆☆☆☆☆

منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی قیادت کے پنجاب اور KPK کے تنظیمی دورہ جات

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
LAHORE
Regd CPL No.45